تاریخ (اردو میڈیم)
گریڈ 7

باب نمبر 1: مغلیہ سلطنت کی بنیاد

مشقی سوالات کا حل

حصہ اول

1. ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

i. پانی پت کی پہلی جنگ کس سن میں لڑی گئی؟

(a) 1426ء (b) 1516ء (c)✓ 1526ء (d) 1546ء

ii. وہ پہلا شخص جس نے ہندوستان میں توپ سے بارود پھینکنے کی ٹیکنالوجی استعمال کی۔

(a)✓ ظہیرالدین بابر (b) نصیرالدین ہمایوں
(c) شیر شاہ سوری (d) ابراہیم لودھی

iii. قنوج کی لڑائی میں شکست کھا کر ہمایوں کہاں پہنچا؟

(a) سندھ (b) بنگال (c) بہار (d)✓ آگرہ

iv. شیر شاہ سوری نے 1545ء میں حملہ کیا۔

(a)✓ کالنجر پر (b) لاہور پر (c) پشاور پر (d) کابل پر

v. 1545ء میں شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد تخت نشین ہوا۔

(a) فیروز شاہ سوری (b) سکندر سوری
(c) عادل شاہ (d)✓ اسلام شاہ سوری

2. متن کے درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں:

i. ہندوستان کی تاریخ میں مغل بادشاہ ہمایوں نے اپنی سلطنت ایک دفعہ کھونے کے بعد دوبارہ کیسے حاصل کی؟

جواب: اسلام شاہ سوری کی وفات کے بعد ملک میں انتشار پیدا ہو گیا۔ یہ حالات ہمایوں کے لیے سازگار تھے۔ اس نے 1554ء میں پشاور پر قبضہ کر لیا۔ یہاں پر اپنی پوزیشن مضبوط بنا کر لاہور کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ ہمایوں نے 1555ء میں لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد دہلی پر بھی قبضہ کر لیا۔ یوں ہمایوں نے اپنی کھوئی ہوئی بادشاہت دوبارہ حاصل کر لی۔

ii. بابر کے ہندوستان پر حملے کی دو وجوہات تحریر کریں۔

جواب: پہلی وجہ: بابر ہندوستان کے جغرافیائی اور سیاسی حالات سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

دوسری وجہ: پنجاب کے گورنر نے ابراہیم لودھی سے تنگ آکر بابر کو حملے کی دعوت دی۔

iii. قنوج کی لڑائی میں شیر شاہ سوری نے ہمایوں کے مقابلے میں کیسے کامیابی حاصل کی؟

جواب: شیر شاہ کو جب ہمایوں کی تیاریوں کی اطلاع ملی تو اسے فوراً نشیبی جگہ پر اپنا کیمپ لگانا پڑا۔ اسی دوران میں بارشیں شروع ہو گئیں اور ہمایوں کے کیمپ والی نشیبی جگہ میں پانی بھر گیا۔ جب ہمایوں کے سپاہی پانی کی وجہ سے اپنی جگہ بدل رہے تھے تو شیر شاہ نے اچانک حملہ کر دیا۔ ہمایوں کے سپاہی بغیر لڑے میدان سے بھاگ نکلے۔ یوں شیر شاہ نے یہ جنگ جیت لی۔

iv. شیر شاہ سوری کے دور حکومت میں سرکار کے انتظام کے لیے بنیادی طور پر کون سے دو اہلکار تھے۔

جواب: شیر شاہ سوری کے دور حکومت میں سرکار کے انتظام کے لیے بنیادی طور پر دو اہلکار تھے۔ ایک شقدار شقداراں اور دوسرا منصف منصفاں۔

v. شیر شاہ سوری نے عوامی بہبود کے لیے کون کون سے ادارے قائم کیے؟

جواب: عوامی بہبود کے ادارے: شیر شاہ سوری نے عوامی بہبود اور بھلائی کے لیے کئی ادارے کھولے۔ ان میں غریبوں اور ناداروں کے لیے لنگر کا انتظام کیا جاتا تھا۔ یہاں سے کوئی بھی نادار کسی وقت بھی کھانا حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ شیر شاہ نے ہسپتال، مدرسے اور مکتب بھی کھولے تاکہ عام لوگ پڑھ لکھ کر زندگی کو بہتر بنا سکیں۔

3. متن کے مطابق خالی جگہ پُر کریں:

i. 1526ء میں محمد بابر نے پانی پت کی پہلی جنگ میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔

ii. اسلام شاہ سوری نے 1553ء میں وفات پائی۔

iii. شیر شاہ سوری اپنے اہلکاروں کا ہر دو تین سال کے بعد تبادلہ کر دیتا تھا۔

iv. جنگ کنواہہ کے بعد ہمایوں نے افغانوں کے خلاف ایک مہم کی سربراہی کی۔

v. شیر شاہ سوری ایک معمولی حیثیت سے صرف اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر برصغیر پاک و ہند کا بادشاہ بنا۔

4. نیچے دیے گئے بیانات میں درست کے سامنے ☑ اور غلط کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں:

i. برصغیر پاک و ہند میں مسلم حکمرانی کا سلسلہ 633ء میں مکران سے شروع ہوا۔ ☑

ii. نصیرالدین محمد ہمایوں 1508ء میں قندھار میں پیدا ہوا۔ ☒

iii. شیر شاہ سوری نے فوجی نظام کو براہ راست اپنے کنٹرول میں رکھا۔ ☑

iv. 1545ء میں شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا اسلام شاہ سوری تخت نشین ہوا۔ ☑

v. صوبے کا سربراہ منصف منصفاں کہلاتا تھا۔ ☒

5. کالم الف کو کالم ب سے ملا کر درست جواب کالم ج میں لکھیں:

کالم الف	کالم ب	کالم ج
محمد بن قاسم کی سندھ آمد	1545ء	712ء
جنگ کنواہہ	1556ء	1527ء
ہمایوں کی وفات	712ء	1556ء
شیر شاہ سوری کی وفات	1526ء	1545ء
پانی پت کی پہلی جنگ	1527ء	1526ء

download from https://informationmissed.com/

Scanned with CamScanner

حصہ دوم

متن کے مطابق تفصیل سے جواب لکھیں:

1. ظہیر الدین بابر کن حالات میں اور کیوں ہندوستان آیا؟

جواب: کابل میں قیام کے دوران بابر نے برصغیر پاک وہند کا رُخ کیا۔ ابتدائی طور پر بابر نے برصغیر پاک وہند پر، یہاں کے جغرافیائی اور سیاسی حالات سے آگاہی کے لیے 1516ء سے 1524ء تک چند چھوٹے حملے کیے۔ اس دور میں برصغیر پاک وہند کے شمالی علاقوں پر ابراہیم لودھی کی حکومت تھی۔ ابراہیم لودھی اپنے ذاتی رویوں اور سیاسی خواہشات کے باعث اپنے لیے مشکلات پیدا کر رہا تھا۔ اس کے اُمرا اور افسران اس کی سخت مزاجی سے ناراض تھے، بلکہ پنجاب کے گورنر دولت خاں لودھی نے تو ابراہیم لودھی سے تنگ آ کر بابر کو حملہ کرنے کی دعوت دے دی اور اسے اپنی مدد کا یقین بھی دلایا۔ بابر نے دولت خاں لودھی کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے لاہور پر حملہ کیا۔ ابراہیم لودھی کی فوج کو شکست دے کر بابر نے 1524ء میں لاہور پر قبضہ کرلیا۔ دولت خاں لودھی کا خیال تھا کہ بابر اسے لاہور کی حکومت دے کر واپس چلا جائے گا مگر بابر نے لاہور میں اپنا ایک نگران گورنر مقرر کیا اور دولت خاں لودھی کو صرف جالندھر کا علاقہ دیا۔ بابر کے کابل جانے کے بعد دولت خاں لودھی نے دوبارہ پورے پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ بابر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے مقرر کردہ گورنر کو کارروائی کرنے کو کہا مگر اس وقت پنجاب کے قریباً تمام حکمران دولت خاں لودھی سے مل چکے تھے۔ ان حالات میں بابر نے خود ہندوستان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بابر کی شخصی خوبیوں کی شہرت جب ابراہیم لودھی کے اُمرا تک پہنچی تو اُنھوں نے اُسے ایک بہتر متبادل سمجھتے ہوئے اپنی وفاداریاں بدل لیں۔ ان میں سے اکثر نے بابر کو ہندوستان پر حملے کے سلسلے میں مدد کی پیش کش کی۔

پانی پت کی پہلی جنگ 1526ء: بابر کابل سے ہندوستان کے علاقوں کی طرف روانہ ہوا اور بغیر کسی مزاحمت کے سیالکوٹ پہنچ گیا۔ دولت خاں لودھی کا بابر کے مقابلے میں ٹھہرنا مشکل تھا، لہٰذا اُس نے فوراً اطاعت قبول کرلی۔ پنجاب کے مغربی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد بابر دہلی کی جانب بڑھا۔ اسی دوران ابراہیم لودھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ پانی پت کے میدان میں پہنچ گیا۔ یہ لڑائی اپریل 1526ء میں لڑی گئی، جس میں بابر کو فتح ہوئی۔ دہلی کو فتح کرنے کے بعد بابر ایک فاتح کی حیثیت سے آگرہ میں داخل ہوا۔

2. راجپوتوں اور افغانوں کے ساتھ بابر کی جنگوں کا حال بیان کریں۔

جواب: جنگ کنواہہ 1527ء: بابر کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دینے والوں میں میواڑ (راجستھان) کا حکمران رانا سانگا بھی شامل تھا۔ رانا سانگا کا خیال تھا کہ بابر اپنے جدامجد امیر تیمور کی طرح لوٹ مار کر کے واپس چلا جائے گا۔ اس کے جانے کے بعد جو بحران پیدا ہوگا، اس سے فائدہ اٹھا کر وہ ایک راجپوت ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ بابر کے ہندوستان میں مستقل قیام کرنے کے فیصلے سے رانا سانگا کو اپنے عزائم پورے ہوتے نظر نہ آئے تو اس نے بابر کو ہندوستان سے نکالنے کا فیصلہ کیا۔ بابر اور رانا سانگا کی فوجوں کا آمنا سامنا آگرہ کے نواح میں کنواہہ کے میدان میں ہوا۔ رانا سانگا کا لشکر ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔ بابر کے سپاہی یہ لشکر دیکھ کر گھبرا گئے۔ اس پر ایک نجومی کی پیش گوئی نے ان کی پریشانی میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ اُس نجومی کا کہنا تھا کہ اس جنگ میں ستارے بابر کے حق میں نہیں۔ بابر کے سپاہی تو بالکل ہی دل چھوڑ بیٹھے تھے۔ بابر نے اس صورت حال میں سپاہیوں میں جذبے کو اُبھارنے کے لیے ایک پرجوش تقریر کی، جس سے اُس کی فوج میں ایک نئی لہر دوڑ گئی۔

بابر نے اپنی فوج کو جمع کر کے یہ تقریر کی:

"کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارے وطن اور اس ملک کے مابین مہینوں کی مسافت حائل ہے۔ اگر ہم ہار گئے، (ہمیں اللہ تعالیٰ اس ذلت اور اس وقت سے بچائے!) تو ہمارا حشر کیا ہوگا۔ ہم کہاں ہوں گے، ہمارا وطن اور شہر کہاں ہوگا۔ ہمیں اجنبیوں اور غیر ملکیوں سے دوچار ہونا ہوگا۔ ہر شخص یاد رکھے کہ جو بھی اس دنیا میں آتا ہے وہ فنا ضرور ہوتا ہے۔ جو زندگی شروع کرتا ہے اسے آخر موت کا پیالہ پینا ہی پڑتا ہے۔ شان دار موت، ذلت و بدنامی کی زندگی سے بہتر ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے سامنے دو متبادل باتیں رکھ لے۔ ایک یہ وہ صرف خدا کی راہ میں لڑے گا، فتح پائے گا اور غازی کہلائے گا۔ ورنہ لڑتے لڑتے مر جائے گا اور شہادت کا درجہ حاصل کرے گا۔ یہی دو باتیں ہماری بہبود کی ضامن ہیں۔"

اس تقریر سے فوج میں جوش و جذبہ مکمل طور پر بحال ہوگیا۔ سب نے مل کر عہد کیا اور قرآن مجید کی قسم کھائی کہ آخری دم تک دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ جنگ کی تیاریاں مکمل ہوگئیں۔ بابر کی اس جنگ میں حکمت عملی کم و بیش پانی پت جیسی تھی۔ بابر کے توپخانے نے رانا سانگا کی فوج میں بھگدڑ مچادی۔ رانا سانگا اس حالت جنگ میں سخت پریشان تھا۔ اس نے جنگ کا پانسا اپنے حق میں کرنے کی انتہائی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آخر اسے میدان سے بھاگتے ہوئے پکڑ لیا گیا اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔

3. ہمایوں کو درپیش افغان چیلنج کا اس نے کس طرح مقابلہ کیا؟ نیز اس کی جلاوطنی اور واپسی پر بحث کریں۔

جواب: شیر شاہ سوری ایک منجھا ہوا سیاستدان اور ایک ہوشیار جرنیل تھا۔ اس نے بہار میں اپنی پوزیشن بہتر بنالی تھی۔ شیر شاہ نے تمام افغان قبیلوں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ اگر تمام افغان متحد ہو جائیں تو ہمایوں کو برصغیر پاک وہند سے نکالا جا سکتا ہے۔ اس بات کا افغانوں پر خاطر خواہ اثر ہوا اور انھوں نے شیر شاہ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا۔

1531ء میں شیر شاہ صوبہ بہار کا خود مختار حاکم تھا۔ ہمایوں کو جب اس قسم کی اطلاعات ملیں تو اس نے اپنے ایک ساتھی کو صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے جونپور روانہ کیا۔ شیر شاہ نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور اسے قیمتی تحائف دے کر اپنی کامل وفاداری کا ثبوت دیا۔ ہمایوں کو یہ اطلاع پہنچی کہ شیر شاہ کی طرف سے کسی قسم کے فکر کی کوئی ضرورت نہیں، وہ بدستور ہمایوں کے تابع فرماں ہے۔ ہمایوں بھی اس سے مطمئن ہوگیا۔ چند ہفتوں بعد ہمایوں کو اطلاع ملی کہ شیر شاہ نے بنگال کے دارالحکومت گوڑ کا محاصرہ کرلیا ہے۔ ہمایوں کو شیر شاہ کی اس حرکت پر بڑا غصہ آیا اور اس نے چڑھائی کا فیصلہ کرلیا۔ اسی دوران شیر شاہ نے بنگال کے ایک وسیع علاقے پر قبضہ کرلیا تھا۔ ہمایوں نے بنگال میں پیش قدمی کا فیصلہ کرلیا۔ ہمایوں کی پیش قدمی کے پیش نظر شیر شاہ پیچھے ہٹتا گیا اور ہمایوں بلا مزاحمت 1538ء میں گوڑ میں داخل ہوگیا۔ گوڑ کی فتح بظاہر ہمایوں کا بہت بڑا کارنامہ تھی مگر اُس نے گوڑ کی فتح کے بعد آٹھ ماہ جشن فتح منانے میں ضائع کر دیے۔ اس تمام عرصے میں شیر شاہ نے اپنی پوزیشن مضبوط کرلی اور موقع پاتے ہی آگرہ سے آنے والی سپلائی لائن کاٹ دی۔ ہمایوں کا اپنے دارالحکومت آگرہ سے رابطہ منقطع ہوگیا۔ اس نے فوراً اپنے بھائی مرزا ہندال کو سپلائی لائن بحال کرنے کے لیے روانہ کیا، مگر مرزا ہندال نے آگرہ پہنچ کر اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

Scanned with CamScanner

اس نازک موقع پر ہمایوں نے گوڑ میں اپنا گورنر مقرر کر کے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ شیر شاہ بڑی ہوشیاری سے ہمایوں کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس نے ہمایوں کو آگے بڑھنے دیا اور ہمایوں آخر کار بلا مزاحمت مونگیر پہنچ گیا۔ مونگیر کے نواح میں شیر شاہ اپنے لشکر سمیت اس کے انتظار میں تھا۔ ہمایوں کو جب شیر شاہ کے لشکر کی خبر ملی تو اُس کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ شیر شاہ پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔ ہمایوں نے اپنی تساہل پسندی سے کام لیتے ہوئے چند ہفتے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس دوران میں شیر شاہ نے اپنی فوجی طاقت بڑھا کر میدان جنگ کو اپنے حق میں کر لیا۔ اب ہمایوں نے گفت و شنید سے شیر شاہ سے صلح کرنا چاہی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ شیر شاہ نے 1539ء میں تین اطراف سے ہمایوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ ہمایوں کا لشکر اس حملے کی تاب نہ لا سکا۔ یہ لڑائی چوسہ کے مقام پر ہوئی۔ ہمایوں کی فوج کے آٹھ ہزار کے قریب سپاہی مارے گئے اور اس سے کہیں زیادہ دریائے گنگا میں ڈوب گئے۔ ہمایوں نے گرفتاری سے بچنے کے لیے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ہمایوں دریا میں گھوڑے سے گر گیا اور ڈوبنے کے قریب تھا کہ نظام سقہ نامی شخص نے اسے بچالیا۔ ہمایوں نہایت خستہ حالت میں آگرہ پہنچا۔ ہمایوں کے اہل خانہ شیر شاہ کے قبضے میں آئے۔ شیر شاہ نے انھیں نہایت احترام سے ہمایوں کے پاس بھجوا دیا۔ چوسہ کی جنگ میں فتح کے بعد شیر شاہ کا وقار بلند ہوا۔ وہ چوسہ سے سیدھا گوڑ آیا اور وہاں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

ہمایوں کی جلاوطنی: قنوج کی لڑائی میں شکست کے بعد ہمایوں بڑی مشکل سے آگرہ پہنچا۔ شیر شاہ اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ ہمایوں نے گرفتاری سے بچنے کے لیے دہلی کا رُخ کیا۔ آگرہ سے ہمایوں کے نکلتے ہی شیر شاہ نے آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ دہلی میں اب رُکنا ہمایوں کے لیے سخت خطرے کا باعث ہو سکتا تھا۔ اس نے لاہور کی طرف روانہ ہونا بہتر جانا۔ اب دہلی پر بھی شیر شاہ کا قبضہ ہو گیا تھا۔ لاہور سے ہمایوں سندھ پہنچا۔ یہاں سے اس نے قندھار کا رُخ کیا۔ اس زمانے میں اس کا بھائی مرزا عسکری قندھار کا گورنر تھا۔ اُس نے اس مشکل وقت میں ہمایوں کی مدد کرنے کی بجائے اُسے گرفتار کرنا چاہا۔ ہمایوں اپنی جان بچا کر سرحد پار کر کے ایران چلا گیا۔ ایران اُس زمانے میں ایک مضبوط سلطنت تھی۔ مغلوں کے ساتھ ایران کے حکمران کے تعلقات خاصے بہتر تھے۔ بابر نے کابل کی فتح میں شہنشاہ ایران سے مدد حاصل کی تھی۔ شہنشاہ ایران کو جب ہمایوں کے حالات کا علم ہوا تو اس نے سیستان کے گورنر کو ہمایوں کا شایانِ شان استقبال کرنے کا حکم دیا، بلکہ شاہ ایران نے تمام صوبائی گورنروں کو ہدایت دی کہ ہمایوں جس راستے سے بھی گزرے، اُسے عزت واحترام سے رکھا جائے۔ ایران میں ہمایوں کے سفر کے دوران میں بادشاہ اور ہمایوں کے مابین خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جب ہمایوں بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس کا بڑے پُر تپاک طریقے سے استقبال کیا گیا۔ ہمایوں کو شاہی مہمان کے طور پر ٹھہرایا گیا۔

ہمایوں کی ہندوستان واپسی: برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ایسا بہت ہی کم ہوا ہے کہ کوئی بادشاہ اپنی سلطنت کو ایک دفعہ کھونے کے بعد دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ ہمایوں پندرہ برس ہندوستان سے دور رہا، اس عرصے میں ہندوستان پر ایک مضبوط اور صحیح معنوں میں ایک عادل بادشاہ شیر شاہ سوری اور اس کے خاندان کی حکومت رہی۔ شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد اس کا جانشین اسلام شاہ سوری بادشاہ بنا۔ وہ ایک اچھا منتظم مگر سخت گیر انسان تھا۔ اس کی سخت گیری سے تنگ آ کر اس کے کئی وفادار ساتھیوں نے بغاوت کر دی۔ صوبوں میں خود مختاری کی لہر چل پڑی۔ اسلام شاہ سوری کی وفات کے بعد ملک میں انتشار پیدا ہو گیا۔ یہ حالات ہمایوں کے لیے سازگار تھے۔ اس نے 1554ء میں پشاور پر قبضہ کر لیا۔ یہاں پر اپنی پوزیشن مضبوط بنا کر لاہور کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ ہمایوں نے 1555ء میں لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد دہلی پر بھی قبضہ کر لیا۔ یوں ہمایوں نے اپنی کھوئی ہوئی بادشاہت دوبارہ حاصل کر لی۔

4. شیر شاہ سوری کیسے اقتدار میں آیا؟ اس نے اپنی حکومت کو کیسے مستحکم کیا؟

جواب: شیر شاہ سُوری کا اقتدار میں آنا: ہمایوں کی جلاوطنی کے بعد شیر شاہ سوری بنگال، بہار، جونپور، دہلی اور آگرے کا واحد حکمران تھا۔ مگر اسے اپنی سلطنت کو متوقع خطرات سے محفوظ رکھنے اور استحکام دینے کے لیے مزید فتوحات کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اُس نے سب سے پہلے پنجاب کو فتح کیا۔ اُس وقت یہاں پر ہمایوں کے ایک بھائی کی حکومت تھی۔ دریائے جہلم کے پار گکھڑوں نے بڑا اودھم مچا رکھا تھا اور یہ مغلوں کے طرفدار تھے۔ ان کو کنٹرول میں رکھنے کی غرض سے شیر شاہ نے جہلم کے قریب روہتاس کے مقام پر ایک بہت بڑا قلعہ تعمیر کروایا۔ اس قلعے پر پچاس ہزار سپاہی متعین کیے۔ 1541-42ء میں بنگال اور مالوہ پر قبضہ کر کے شیر شاہ نے راجپوتانہ میں کئی فتوحات کیں۔ یہاں مارواڑ کا راجا اپنی توسیع پسندی کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے اردگرد کی ریاستوں پر قبضہ کر رہا تھا۔ شیر شاہ نے محسوس کیا کہ اس راجے کے بڑھتے ہوئے اثر سے کسی وقت بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ شیر شاہ نے اجمیر شریف کے قریب راجا کی فوجوں کا سامنا کیا۔ اس لڑائی میں ایک ایسا بھی موقع آیا کہ جب شیر شاہ کی ہار یقینی ہو چکی تھی۔ شیر شاہ نے اپنے عسکری تجربے اور ہوش مندی سے کام لیتے ہوئے معاملے کو سنبھالا اور راجپوتوں کو شکست دی۔ اس کے بعد اردگرد کے علاقہ جات فتح کرنے کے بعد شیر شاہ اپنے دارالحکومت لوٹ آیا۔

شیر شاہ سوری ہندوستان کا پہلا حکمران تھا، جس نے عام لوگوں کی بھلائی اور آسودگی کو سامنے رکھ کر اپنا انتظامی ڈھانچہ اُستوار کیا۔ اس نے ایک شاندار رفاہی ریاست تعمیر کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے پانچ سالہ دورِ حکومت میں اپنی عسکری مصروفیات کے باوجود کامیاب اصلاحات نافذ کیں۔ وہ پہلا حکمران تھا جس نے یہ بات سمجھ لی تھی کہ حکومت کو عوام میں ہر دل عزیز ہونا چاہیے اور اس کے بغیر سیاسی اور اقتصادی استحکام ناممکن ہوتا ہے۔ شیر شاہ نے مقامی اُمور پر بڑی سمجھ بوجھ اور دُور اندیشی سے عمل کروایا۔ اس سے بہتری اور بھلائی کی فضا پیدا ہوئی اور اس کی حکومت انتظامی، فوج، سیاسی اقتصادی طور پر مضبوط تر ہوتی گئی۔ تمام فوجی اور سول طاقت خود شیر شاہ کے پاس تھی اور وہ ان دونوں کو عوام کی بھلائی کے لیے استعمال کرتا تھا۔ ہر حکومتی ادارے کی نگرانی وہ ذاتی طور پر کرتا تھا۔ اُس کے وزیر اس کے معاون تھے۔ اکثر وہ اپنے وزیروں سے مشورہ تو ضرور کرتا، تاہم فیصلہ خود کرتا، تھا۔

5. شیر شاہ سوری کے انتظامی ڈھانچے، مواصلاتی ڈھانچے اور عوامی بہبود کے اداروں کی تفصیل بیان کریں۔

جواب: شیر شاہ سُوری کا انتظامی ڈھانچہ:

شیر شاہ سوری ہندوستان کا پہلا حکمران تھا، جس نے عام لوگوں کی بھلائی اور آسودگی کو سامنے رکھ کر اپنا انتظامی ڈھانچہ اُستوار کیا۔ اس نے ایک شاندار رفاہی ریاست تعمیر کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے پانچ سالہ دورِ حکومت میں اپنی عسکری

Scanned with CamScanner

مصروفیات کے باوجود کامیاب اصلاحات نافذ کیں۔ وہ پہلا حکمران تھا جس نے یہ بات سمجھ لی تھی کہ حکومت کو عوام میں ہر دل عزیز ہونا چاہیے اور اس کے بغیر سیاسی اور اقتصادی استحکام ناممکن ہوتا ہے۔ شیر شاہ نے مقامی اُمور پر بڑی سمجھ بوجھ اور دُور اندیشی سے عمل کروایا۔ اس سے بہتری اور بھلائی کی فضا پیدا ہوئی اور اس کی حکومت انتظامی، فوج، سیاسی اقتصادی طور پر مضبوط تر ہوتی گئی۔ تمام فوجی اور سول طاقت خود شیر شاہ کے پاس تھی اور وہ ان دونوں کو عوام کی بھلائی کے لیے استعمال کرتا تھا۔ ہر حکومتی ادارے کی نگرانی وہ ذاتی طور پر کرتا تھا۔ اُس کے وزیر اس کے معاون تھے۔ اکثر وہ اپنے وزیروں سے مشورہ تو ضرور کرتا، تاہم فیصلہ خود کرتا، تھا۔ شیر شاہ سوری کی انتظامی اصلاحات درج ذیل ہیں۔

1. **سلطنت کا انتظام:** سلطنت کو انتظامی لحاظ سے صوبوں، سرکار، پرگنہ، تحصیل اور گاؤں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

i. **گورنر:** صوبے کا سربراہ صوبیدار (گورنر) کہلاتا تھا۔

ii. **شقدار شقداراں:** سرکار کے انتظام کے لیے بنیادی طور پر دو اہل کار تھے۔ ایک شقدار شقداراں اور دوسرا منصف منصفاں۔ شقدار شقداراں کے پاس انتظامی نوعیت کے کام تھے۔ شقدار کے ذمے امن وامان قائم رکھنے کے فرائض تھے۔ امین مالی اُمور کا ذمے دار تھا اور مالیہ وغیرہ کے تعین اور وصولی کا بندوبست کرتا تھا۔ شقدار کے فرائض میں سب سے اہم فرض بادشاہ کے احکامات پر عمل درآمد کروانا تھا۔ اس کے علاوہ چھوٹی انتظامی اکائیوں، پرگنوں اور گاؤں وغیرہ میں ماتحت شقداروں کے کام کی نگرانی بھی شقدار کے ذمے تھی۔

iii. **مُنصفِ مُنصفاں:** منصف منصفاں کے ذمے مقدمات کے فیصلے کرنا تھا۔ ان دونوں اہل کاروں کے پاس ان کی مدد کے لیے کچھ سرکاری اہلکار بھی تھے۔ ہر پرگنے میں ایک شقدار، ایک خزانچی، ایک منصف اور دو محرر تھے۔ ان محرروں میں سے ایک ہندی میں اور دوسرا فارسی میں لکھتا تھا۔ ان اہلکاروں کے علاوہ پٹواری، چودھری اور مقدم بھی ہوتے تھے جو عوام اور حکومت کے درمیان رابطے کا کام کرتے تھے۔

iv **اہلکاروں کا تبادلہ:** شیر شاہ سُوری اپنے اہلکاروں کا ہر دو یا تین سال کے بعد تبادلہ کر دیتا تھا تا کہ وہ کسی بھی علاقے میں زیادہ عرصہ رہ کر غیر ضروری طور پر مؤثر نہ ہو سکیں اور اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔

2. **پنچایتی نظام:** شیر شاہ سوری نے دیہاتوں میں پنچایتی نظام کو بدستور جاری رہنے دیا۔ پنچایت ایک کونسل یا ادارہ ہوتی تھی، جس میں گاؤں کے مختلف لوگوں کے نمائندہ افراد یا پورا گاؤں شامل ہو کر انفرادی یا اجتماعی فیصلے کیا کرتے تھے۔

3. **پولیس کا نظام:** شیر شاہ سُوری نے ہر علاقے کے مقدم یا چودھری کو قیام امن کا ذمے دار بنایا۔ اگر ان کے علاقے میں کوئی قتل ہو جاتا تو قاتل کو تلاش کر کے حکومت کے حوالے کرنا اور اگر کوئی مسافر اُن کے علاقے میں لٹ جاتا یا کوئی چوری ہو جاتی تو نقصان کی تلافی کرنا اس علاقے کے چودھری یا مقدم کے ذمے تھا۔

4. **جاسوسی کا نظام:** انتظامی اُمور کو مزید مؤثر اور بہتر بنانے کے لیے شیر شاہ نے جاسوسی کے نظام کو بہتر کیا، جو مقامی طور پر با اثر لوگوں اور چودھریوں کے عام لوگوں کے ساتھ رویے کی نگرانی کرتا تھا۔ یہ محکمہ اس بات کی بھی نگرانی کرتا تھا کہ کہیں یہ لوگ عام کسانوں کو تنگ تو نہیں کرتے اور کیا ان کا رویہ حکومت کے خلاف تو نہیں ہو رہا وغیرہ۔

5. **فوجی اصلاحات:** شیر شاہ سُوری نے فوجی نظام کو براہ راست اپنے کنٹرول میں رکھا۔ تمام فوجیوں کی بھرتی کی وہ خود نگرانی کرتا تھا۔ فوجیوں کو ان کی اہلیت کے مطابق تنخواہ دی جاتی تھی۔ ملک کے مختلف حصوں میں فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ فوج میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے سخت اقدامات کیے گئے۔ کسی قسم کی لاپروائی برداشت نہ کی جاتی تھی۔ کسی بھی فتح کے بعد لوٹ مار کرنے کی ہرگز اجازت نہ تھی۔ پیش قدمی کرتے وقت راستے میں آنے والی فصلوں کو نقصان پہنچانے کی ممانعت تھی۔ اگر کبھی مجبوری میں ایسا ہو جاتا تو کسانوں کو معاوضہ دیا جاتا تھا۔ مجموعی طور پر شیر شاہ کی فوج ایک منظم فعال اور ہر قسم کے غیر موزوں حالات میں بہتر طور پر لڑنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

6. **مالیاتی نظام:** شیر شاہ سوری نے مالیاتی نظام میں درج ذیل اقدامات کیے:

i. زمین کی پیمائش کے لیے سکندر لودھی کے زمانے میں رائج گز کو معیاری پیمانہ قرار دیا گیا۔ اس کا نام بھی سکندری گز رکھا گیا۔ اس معیاری پیمانے سے تمام قابل کاشت زمین کی پیمائش کروائی گئی۔ 3600 مربع گز زمین کے ٹکڑے کو بیگھہ کا نام دیا گیا۔

ii. ہر بیگھہ زمین پر شرح مالیہ مقرر کی گئی جو کل پیداوار کا قریباً $\frac{1}{3}$ تھی۔ بقایا $\frac{2}{3}$ پیداوار کسان کی تھی اور یہ ہر قسم کے ٹیکس سے مستثنیٰ تھی۔

iii. مالیہ کی تشخیص ایک سرکاری افسر کرتا تھا۔ مالیہ کی تشخیص کاشت کار سے مشورے کے بعد کی جاتی تھی۔ مالیہ کے تعین کے بعد ایک دستاویز تیار کی جاتی تھی جس پر حکومتی اہلکار اور کسان دونوں کے دستخط کروائے جاتے تھے۔ کاشت کار کے دستخط لینے کا مقصد کاشت کار کی رسمی رضامندی حاصل کرنا تھا۔ کسی ناگہانی آفت کی صورت میں مالیہ میں کمی یا معافی کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔

iv. مالیہ، جنس یا نقدی ہر دو صورتوں میں ادا کیا جا سکتا تھا۔ کاشت کاروں کی حالت بہتر بنانے کے لیے انہیں آسان شرائط پر قرضے بھی دیے جاتے تھے۔

7. **ٹیکس اور کرنسی کا نظام:** شیر شاہ سوری نے بیرونی ممالک سے تجارت کے سلسلے میں ادائیگی کے مسائل کے پیشِ نظر مقامی کرنسی کے نظام کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دی۔ اُس نے سونے کو کرنسی کے ساتھ منسلک کیا۔ ابتدا میں اس نے تانبے کے نئے سکے جاری کیے۔ ان کا نام ٹکے کی بجائے روپیہ رکھا۔ اس کے علاوہ چاندی اور سونے کے سکے بھی جاری کیے گئے۔ انھی چاندی اور سونے کے سکوں سے دوسرے ممالک سے تجارت ہوتی تھی۔ سکوں کو $\frac{1}{16},\frac{1}{8},\frac{1}{4},\frac{1}{2}$ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ یہی سکے بعد میں اٹھنی، چونی، دونی اور اکنی کے نام سے موسوم ہوئے۔ شیر شاہ نے تجارت کو فروغ دینے کے لیے کئی اقدام کیے۔ بہت سے غیر ضروری ٹیکس اور محصولات ختم کر دیے گئے تا کہ تاجروں پر ناجائز بوجھ نہ پڑے۔ کسی بھی قسم کے مال پر زیادہ سے زیادہ صرف دو قسم کے ٹیکس لگائے جا سکتے تھے۔ ایک اندرون ملک یا شہر میں لانے پر اور دوسرا فروخت کے وقت۔ ہر قسم کا اندرونی کسٹم ختم کر دیا گیا تھا۔ مالیہ اور محصول کے محکموں کے تمام اہلکاروں کو یہ ہدایت تھی کہ وہ تاجروں کو تنگ نہ کریں۔

8. **نظامِ عدل:** شیر شاہ سُوری اکثر کہا کرتا تھا کہ انصاف کو برقرار رکھنا ایک ایسا فرض ہے جس کو تمام مسلم اور غیر مسلم حکمران برابر طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا یہ بھی نظریہ تھا کہ حکومتی اور معاشرتی سطح پر ایک فرد سے لے کر پورے معاشرے میں

Scanned with CamScanner

خوشی اور خوش حالی کی ضمانت صرف انصاف کو برقرار رکھ کر ہی دی جا سکتی ہے۔ وہ زندگی کے ہر معاملے میں بغیر کسی تعصب کے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ ریاست کی سب سے اعلیٰ عدالت کا درجہ خود شیر شاہ کو حاصل تھا۔ اگرچہ ہر درجے پر قاضی مقرر تھے جو فوج داری اور دیوانی مقدمات کے فیصلے کرتے تھے، تاہم اگر کسی کو ان تمام عدالتوں سے انصاف ملتا نظر نہ آتا تو وہ شیر شاہ سے رجوع کر سکتا تھا۔ شیر شاہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کسی قسم کی حیثیت اور درجے کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔

مواصلاتی ڈھانچہ

شیر شاہ سوری نے سفر کو آسان بنانے کے لیے بنگال سے خیبر تک ایک شاہراہ تعمیر کروائی، جسے جی ٹی روڈ کہا جاتا ہے۔ آگرہ کو ایک سڑک کے ذریعے سے بنارس سے ملایا اور ایک سڑک آگرے کو چتوڑ اور جودھ پور سے ملاتی تھی۔ ان سڑکوں کے کنارے سایہ دار درخت لگوائے گئے، مناسب فاصلے پر سڑکوں کے کنارے کنویں کھدوائے تاکہ مسافروں کو پانی کی سہولت رہے۔ قریباً ہر 8 کوس کے فاصلے پر ایک سرائے تعمیر کرائی۔ اس سرائے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے قیام وطعام کا الگ الگ انتظام تھا۔ ہر سرائے کے ساتھ ڈاک چوکیاں قائم تھیں، جہاں ہر کارے ہر وقت تازہ دم گھوڑوں کے ساتھ تیار رہتے تھے۔ اس طرح سرکاری فرامین بڑی تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائے جاتے تھے۔ انھی سراؤں اور چوکیوں پر شاہی جاسوس اور سپاہی متعین کیے جاتے تھے۔ اس سے قیامِ امن میں آسانی ہوئی اور کسی قسم کی سرکشی کا اندیشہ بھی کم ہو گیا۔ سڑکوں کی تعمیر سے جہاں اس علاقے کے عام لوگوں کو آسانی میسر آئی، وہیں فوجی نقل وحرکت میں آسانی پیدا ہوئی۔ سڑکوں کی تعمیر اور ان پر تحفظ سے تجارت کو فروغ حاصل ہوا۔ آہستہ آہستہ سراؤں کے ساتھ ساتھ منڈیاں بننے لگیں۔ یہیں بعد میں گاؤں اور قصبے آباد ہو گئے۔

عوامی بہبود کے ادارے

شیر شاہ ایک معمولی حیثیت سے صرف اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر برصغیر پاک وہند کا بادشاہ بنا۔ شیر شاہ کی اکثر پالیسیوں میں اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ وہ رعایا کو ہر قسم کی تکلیف سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ شیر شاہ سوری نے عوامی بہبود اور بھلائی کے لیے کئی ادارے کھولے۔ ان میں غریبوں اور ناداروں کے لیے لنگر کا انتظام کیا جاتا تھا۔ یہاں سے کوئی بھی نادار کسی وقت بھی کھانا حاصل کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ شیر شاہ نے ہسپتال، مدرسے اور مکتب بھی کھولے تاکہ عام لوگ پڑھ لکھ کر زندگی کو بہتر بنا سکیں۔

6. شیر شاہ سوری کے جانشینوں اور اُن کے زوال کا حال بیان کریں۔

جواب: شیر شاہ سوری کے جانشین اور اُن کا زوال: 1545ء میں شیر شاہ سوری کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا اسلام شاہ سوری تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے آٹھ سالہ دورِ حکومت میں اپنے والد کے کام کو آگے بڑھایا۔ وہ اعلیٰ انتظامی قابلیت کا مالک اور تجربہ کار جرنیل تھا۔ اس کے دور میں کئی علاقوں میں بغاوتیں شروع ہو گئیں لیکن اس نے ان بغاوتوں کو سختی سے کچل دیا۔ اسلام شاہ سوری نے 1553ء میں وفات پائی اور اس کا بارہ سالہ بیٹا فیروز شاہ سوری اس کا جانشین بنا مگر اُسے اُس کے ماموں نے قتل کروا کے عادل شاہ کے لقب سے حکومت کرنا شروع کر دی تھی۔ عادل شاہ ایک بُزدل انسان تھا اور حکومت کا کاروبار چلانے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔ اس عرصے میں برصغیر انتظامی اور سیاسی لحاظ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہا۔ ملک میں بغاوتیں ہو گئیں جس پر عادل شاہ قابو نہ پا سکا۔ پنجاب میں سکندر سوری نے بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ حکومت کی داخلی حالت وانتشار دیکھ کر ہمایوں کا حوصلہ بڑھا۔ اس نے پہلے پنجاب میں سکندر سوری کو شکست دی اور پھر آگے بڑھ کر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ ہمایوں کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اکبر تخت نشین ہوا۔

سرگرمیاں

1. ظہیر الدین بابر کی شخصیت اور بادشاہ کی حیثیت سے کردار پر ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔

جواب: عملی کام۔

2. عوامی فلاح وبہبود کے سلسلے میں کیے جانے والے شیر شاہ سوری کے کوئی سے دس کارناموں کا چارٹ پر لکھ کر جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔

جواب: عملی کام

باب نمبر 2 مغلیہ سلطنت کا استحکام

مشقی سوالات کا حل

1. ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

i. 1682ء سے 1707ء تک اورنگزیب کی دلچسپی کا مرکز رہا:
(a) کابل (b) ✓ دکن (c) بنگال (d) آگرہ

ii. 1556ء میں نصیر الدین ہمایوں کے انتقال کے بعد کس کی تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی؟
(a) شیر شاہ سوری (b) جہانگیر (c) ظہیر الدین بابر (d) ✓ اکبر

iii. پانی پت کی دوسری جنگ کس سال میں لڑی گئی؟
(a) ✓ 1556ء (b) 1526ء (c) 1456ء (d) 1446ء

iv. شہزادہ سلیم نور الدین محمد جہانگیر کے لقب سے کس سال تخت نشین ہوا؟
(a) 1655ء (b) 1625ء (c) ✓ 1605ء (d) 1555ء

v. جہانگیر کا بیٹا شاہ جہاں کس سن میں بادشاہ بنا؟
(a) ✓ 1628ء (b) 1638ء (c) 1648ء (d) 1658ء

2. درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں:

i. برصغیر پاک وہند میں پانی پت کی دوسری جنگ کن کے درمیان لڑی گئی؟

جواب: افغان جرنیل ہیموں اور اکبر کے درمیان پانی پت کی دوسری جنگ لڑی گئی۔

ii. منصب داری نظام سے کیا مراد ہے؟

جواب: منصب داری نظام میں ہر سرکاری عہدے دار کو، خواہ وہ سول میں ملازم ہو یا فوجی محکموں میں ایک منصب عطا کیا جاتا تھا۔ ایک منصب رکھنے والے (منصب دار) سے کبھی سول محکموں اور کبھی فوجی شعبہ میں کام لیا جا سکتا تھا۔ ان دونوں شعبوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ رکھی جاتی تھی۔

iii. اکبر نے بنگال کب فتح کیا؟

جواب: 1576ء میں اکبر نے بنگال فتح کیا۔

Scanned with CamScanner

iv. جہانگیر کے عہد میں اُستاد منصور کس فن کا استاد تھا؟

جواب: مصوری کا استاد تھا۔

v. شاہ جہاں دور کی ثقافت اور فنِ تعمیر کے حوالے سے دس اہم عمارات کے نام تحریر کریں۔

جواب: تاج محل، دہلی کا لال قلعہ، جامع مسجد دہلی، شالامار باغ لاہور، جہانگیر کا مقبرہ، آصف جاہ کا مقبرہ، نور جہاں کا مقبرہ، مسجد وزیر خاں لاہور، قلعہ لاہور میں شیش محل، نولکھا بارہ دری۔

3. متن کے مطابق خالی جگہ پُر کریں:

i. جہانگیر 1569ء میں فتح پور سیکری میں پیدا ہوا۔

ii. اورنگزیب نے شاہی دربار میں موسیقی کی ممانعت کردی۔

iii. ملکہ نورجہاں کے آباؤ اجداد ایران سے تعلق رکھتے تھے۔

iv. امبر (جے پور) کا علاقہ 1562ء میں مغل بادشاہ اکبر کے زیر تسلط آیا۔

v. شاہ جہاں کا انتقال 1666ء میں ہوا۔

4. نیچے دیے گئے بیانات میں درست کے سامنے ☑ اور غلط کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں:

i. اورنگزیب بادشاہ ہونے کے باوجود بڑی سادہ زندگی گزارتا تھا۔ ☑

ii. شاہ جہاں نے اپنی زندگی میں ہی شجاع کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ ☒

iii. 1655ء میں ملکہ نورجہاں کا انتقال ہوا۔ x

iv. شاہ جہاں کا دورِ حکومت مغلیہ دور کا سنہری زمانہ کہلاتا ہے۔ ☑

v. پانی پت کی دوسری جنگ 1556ء میں لڑی گئی۔ ☑

5. کالم الف کو کالم ب سے ملا کر درست جواب کالم ج میں لکھیں۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
جلال الدین اکبر کی پیدائش	1618ء میں پیدا ہوا۔	1542ء میں ہوئی۔
جہانگیر	قلعے کا تین اطراف سے محاصرہ کرلیا	1569ء میں فتح پور سیکری میں پیدا ہوا۔
پرتگیزی قوم، یورپ کے جنوب مغربی ملک	1542ء میں ہوئی۔	پرتگال کے باشندے ہیں۔
1632ء میں مغل فوج نے ہگلی کے	1569ء میں فتح پور سیکری میں پیدا ہوا۔	قلعے کا تین اطراف سے محاصرہ کرلیا
اورنگزیب	پرتگال کے باشندے ہیں۔	1618ء میں پیدا ہوا۔

حصہ دوم

متن کے مطابق تفصیل سے جواب لکھیں:

1. مغلیہ سلطنت کے پھیلاؤ اور استحکام میں جلال الدین محمد اکبر کا کردار بیان کریں۔

جواب: مغلیہ سلطنت کے پھیلاؤ اور استحکام میں جلال الدین محمد اکبر کا کردار

پانی پت کی دوسری جنگ 1556ء: کابل میں اکبر کو اطلاع ملی کہ عادل شاہ سوری کے وزیر ہیموں بقال نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کرلیا ہے۔ اکبر نے اپنے خیرخواہ اور وفادار اُمرا کا ایک اجلاس منعقد کیا۔ اکبر نے بیرم خاں کے مشورے کے مطابق فوج کو دہلی کی طرف روانہ کرنے کا حکم دیا۔ فوج کے ایک دستے نے ہیموں کے توپخانے پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح باقاعدہ لڑائی سے پہلے ہی ہیموں کی فوجی طاقت کو شدید دھچکا پہنچ گیا۔ 1556ء میں دونوں افواج کا آمنا سامنا پانی پت کے میدان میں ہوا۔ لڑائی شروع ہوئی، توپ خانے کے نہ ہونے کے باوجود ہیموں کی فوج نے مغل فوج پر ایک بڑا حملہ کیا۔ جس نے مغلوں کی فوج کے دائیں اور بائیں جانب کی فوجی صفوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس دوران ایک تیر ہیموں کی آنکھ میں لگا اور وہ بے ہوش ہو کر ہاتھی کے ہودج میں گر پڑا۔ اس کے مہاوت نے فوری طور پر ہاتھی کو میدان جنگ سے باہر لے جانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ آخر ہیموں گرفتار کرلیا گیا۔ اُسے اکبر کے سامنے پیش کیا گیا اور بیرم خاں نے اُسے قتل کردیا۔ اس طرح مغلوں نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کر کے اپنا اقتدار بحال کرلیا۔ ہیموں کی شکست سے جہاں اس کے ذاتی مفادات ختم ہوگئے وہاں افغانوں کی طاقت بھی کمزور ہوگئی۔ بعدازاں بچے کھچے افغانوں نے اطاعت قبول کرلی۔ مرکز میں اپنی پوزیشن بہتر بنانے کے بعد اکبر کے جرنیلوں نے کھوئے ہوئے علاقوں کی بازیابی کے لیے کوششیں تیز کردیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے گوالیار اور جونپور کو فتح کیا۔

بیرم خاں کی معزولی: بیرم خاں چار سال تک تمام تر ملکی معاملات کا عملی طور پر سربراہ رہا۔ اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ بیرم خاں اس دوران میں اکبر کا وفادار نہ رہا ہو یا اس نے ذاتی اقتدار کے لیے کوئی کوشش کی ہو۔ تاہم مجموعی طور پر ایسے حالات ضرور پیدا ہوگئے تھے جن کی وجہ سے 1560ء میں اکبر نے بیرم خاں کو معزول کردیا۔ بیرم خاں کی معزولی کے بعد اکبر مکمل طور پر ایک خودمختار بادشاہ بن گیا۔ اپنی سیاسی بصیرت کی وجہ سے شہنشاہ کا لقب حاصل کیا۔

فتوحات: 1. **امبر (جے پور):** یہ علاقہ 1526ء میں اکبر کے زیر تسلط آیا۔ یہاں کے راجپوت حاکم راجا بہاری مل نے اطاعت قبول کرلی۔

2. **گونڈوانہ:** گونڈوانہ کی ریاست پر ایک راجپوت عورت رانی دُرگاوتی کی حکومت تھی۔ جس کی بہادری اور قابلیت ہر طرف مشہور تھی۔ یہاں حملہ کیا گیا تو اس خاتون نے بہادری سے مقابلہ کیا مگر شکست ہونے پر روایت کے مطابق جل مری۔ یہ علاقہ 1564ء میں فتح ہوا۔

3. **چتوڑ:** یہاں کا راجپوت راجا اُن تمام راجپوت راجاؤں کو نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا جنھوں نے اکبر سے رشتے داریاں قائم کیں اور اُس کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ اکبر نے اس راجا کے اثر کو ختم کرنے اور گجرات کے علاقے تک رسائی حاصل کرنے کے لیے اسے 1567ء میں فتح کیا۔

4. **بہار:** بہار کے راجا نے 1568ء میں اکبر کی اطاعت قبول کرلی تھی تاہم اس کے بیٹے نے باپ کی وفات کے بعد علم بغاوت بلند کر دیا۔ اکبر نے یہ علاقہ 1572ء میں فتح کیا۔

5. **رنتھمبور اور کالنجر:** اکبر نے ایک طویل جدوجہد کے بعد 1569ء میں رنتھمبور اور کالنجر کے اہم علاقے فتح کیے۔ 1570ء میں بیکانیر، جیسلمیر اور جودھ پور کے حکمرانوں نے بھی اطاعت قبول کرلی۔

6. **مارواڑ:** اکبر نے 1570ء میں مارواڑ کا علاقہ فتح کیا۔

7. **گجرات:** گجرات اُس زمانے میں پرتگیزوں کی تجارت کا مرکز تھا۔ یہاں کا حاکم نااہل تھا، جس کے باعث یہاں سیاسی طور پر شدید ابتری پھیل رہی تھی۔ اکبر نے یہاں کے راجا کو اپنی اطاعت پر راضی کرلیا تھا مگر اس کے وفات پاتے ہی یہاں بغاوت ہوگئی۔ بعد میں اکبر نے اس علاقے کو 1572ء میں فتح کیا۔ یہیں سے

Scanned with CamScanner

پرتگیزوں کے ساتھ اکبر کے تعلقات کی ابتدا ہوئی۔

8. **بنگال:** مرکز سے دوری کے باعث بنگال میں اکثر بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں۔ اکبر نے 1576ء میں اسے مغلیہ سلطنت میں شامل کیا۔

9. **کابل:** 1585ء میں یہ علاقہ اکبر نے اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اکبر نے کشمیر، سندھ، قندھار، دکن اور اڑیسہ وغیرہ کے علاقوں کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ اس طرح اکبر کی سلطنت بہت مستحکم ہوگئی۔

2. اکبر کے انتظامی اقدامات اور اصلاحات کا جائزہ لیں۔

جواب: اکبر کے انتظامی اقدامات اور اصلاحات:

1. **منصب داری نظام:** اکبر سے پہلے ملک میں جاگیرداری نظام رائج تھا۔ بادشاہ اپنے اُمرا کو جاگیریں دیتے تھے اور وہ حکومت کو سالانہ لگان ادا کرنے کے پابند تھے۔ اس کے علاوہ وہ سپاہی اور گھوڑے بھی رکھتے تھے تاکہ بوقتِ ضرورت اُنھیں بادشاہ کی مدد کے لیے بھجوایا جا سکے۔ اکبر نے باقاعدہ طور پر اقتدار سنبھالنے کے بعد جاگیرداری نظام کا جائزہ لیا۔ اُسے اس نظام میں بہت سے نقائص نظر آئے، جن کو درست کرنا ضروری تھا۔ تاہم اس نظام میں جب اسے اس بات کی نشاندہی ہوئی کہ جاگیرداروں کے بھیجے ہوئے سپاہی، بادشاہ کی بجائے جاگیرداروں کے زیادہ وفادار ہوتے ہیں تو اکبر کو سخت بے چینی ہوئی۔ اکبر اپنے اندازِ حکومت اور مزاج کے اعتبار سے ایسا رجحان کبھی برداشت نہ کر سکتا تھا کیونکہ وہ ہر طرح کی طاقت اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ اور پھر سیاسی طور پر سپاہیوں کا جاگیردار کا وفادار ہونا کسی بھی بادشاہ کے لیے کسی بھی وقت بغاوت کا پیش خیمہ ہو سکتا تھا۔ انھی دنوں کئی جاگیرداروں نے اکبر کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔

اکبر نے سابق نظام کو بدل کر منصب داری نظام رائج کیا۔ منصب داری نظام میں ہر سرکاری عہدے دار کو، خواہ وہ سول میں ملازم ہو یا فوجی محکموں میں ایک منصب عطا کیا جاتا تھا۔ ایک منصب رکھنے والے (منصب دار) سے کبھی سول محکموں اور کبھی فوجی شعبہ میں کام لیا جا سکتا تھا۔ ان دونوں شعبوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق نہ رکھی جاتی تھی۔ اکبر نے دس سے بیس ہزاری منصب قائم کیے۔ پنج ہزاری سے اوپر کے منصب شاہی افراد یا معتمد لوگوں کے لیے مخصوص تھے۔ ہزاری منصب کے ساتھ ذات اور سوار کی اصطلاحیں استعمال کی جاتی تھیں مثلاً پنج ہزاری ذات اور دو ہزاری سوار یا ہفت ہزاری ذات اور چار ہزاری وغیرہ۔ ذات سے مراد فوجیوں کی تعداد اور سوار سے مراد شہسواروں کی تعداد تھی۔ ہر منصب دار کے لیے لازم تھا کہ وہ مقررہ تعداد میں سپاہی، شہسوار اور دوسرا سامان جنگ اپنے پاس رکھے، تاکہ بوقتِ ضرورت وہ بادشاہ کی مدد کر سکے۔ ہر منصب دار کو اس کے منصب کے مطابق تنخواہ ملتی تھی۔

اگر بادشاہ کسی منصب دار سے اس کی کسی غلطی کی بنا پر ناراض ہو جاتا تو اس کا منصب چھین لیا جاتا تھا۔ منصب موروثی نہ تھے۔ ہر شخص کو اس کی قابلیت یا خدمات کی بنا پر منصب عطا ہوتے تھے۔ منصب دار کے مرنے کے بعد اس کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی جاتی تھی اور اس کے ترکے سے اس کے بیٹوں کو کچھ نہ ملتا تھا، اس لیے ہر منصب دار کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ رقم خرچ کرے۔ اسی وجہ سے مغل اُمرا بہت سا روپیہ عمارات کی تعمیر پر خرچ کرتے تھے۔ شعرا اور موسیقاروں کی سرپرستی کرتے تاکہ مرنے کے بعد ان کا نام زندہ رہے۔ ہر سال ہر منصب دار کی فوج، سواروں اور گھوڑوں وغیرہ کا باقاعدہ معائنہ کیا جاتا تھا اور رجسٹر میں ان کا حلیہ لکھا جاتا تھا۔ گھوڑوں کو باقاعدہ داغا جاتا تھا۔ ایک ران پر منصب دار کا اور دوسری ران پر سرکاری نشان ہوتا تھا۔

2. **مذہبی پالیسی:** اکبر کا بچپن مذہبی ماحول میں گزرا۔ وہ نوجوانی میں ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ وہ اسلامی شعار کا دل و جان سے احترام کرتا تھا اور پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ وہ صبح سویرے بیدار ہو جاتا اور نمازِ فجر سے قبل وظائف میں مشغول رہتا تھا۔ اکبر کو بزرگوں کے ساتھ دلی عقیدت تھی وہ ہر سال حضرت معین الدین چشتیؒ کے مزار کی زیارت کے لیے اجمیر جایا کرتا تھا۔ اسے شیخ سلیم چشتیؒ کے ساتھ بھی بہت عقیدت تھی۔ صوفیا کے ساتھ لگاؤ کی وجہ سے اکبر نے فتح پور سیکری میں عبادت خانہ کے نام سے ایک عمارت تعمیر کروائی جہاں نمازِ جمعہ کے بعد وہ علما و مشائخ کے ساتھ بیٹھتا اور مذہبی مسائل پر گفتگو کرتا۔ ان محافل میں ہونے والی علمی بحثوں کے باعث اکبر بادشاہ بدظن ہو گیا۔ اس کے بعد اکبر نے مختلف مذاہب کے علما کو بحث مباحثے کے لیے دعوت نامے بھجوائے۔ ان میں عیسائی، پارسی، جینی اور ہندو مذہبی رہنما شامل تھے۔ اکبر نے ان تمام مذہبی رہنماؤں کی باتوں کو بغور سنا مگر مجموعی طور پر اس کا دل پھر بھی مطمئن نہ ہوا۔ تاہم اکبر نے یہ رائے ضرور قائم کر لی کہ سچائی صرف ایک مذہب کی اجارہ داری نہیں ہے۔ تمام مذاہب میں تھوڑی بہت صداقت موجود ہے۔ اکبر کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ ان تمام مذاہب کے اچھے اچھے اصولوں کو یکجا کر دیا جائے۔ مذاہب کو یکجا کرنے کے ساتھ ساتھ اکبر کے پیش نظر بہت سے سیاسی مقاصد اور مسائل بھی تھے۔ اکبر نے علما کے سیاسی امور میں عمل دخل کو کم کرنے کی ابتدا 1579ء میں کی اور اس نے فتح پور سیکری کی جامع مسجد کے امام کو برطرف کر دیا اور منبر پر بیٹھ کر خود خطبہ پڑھا۔ اس اقدام کا مقصد یہ تھا کہ اکبر اپنی مذہبی حیثیت منوا سکے۔ اکبر کو علما پر برتری دلانے کے لیے ایک دستاویز تیار کی گئی۔ اس دستاویز پر تمام اہم علما کے دستخط کروا لیے گئے۔ اس دستاویز کا خلاصہ یہ تھا کہ مذہبی اُمور میں بادشاہ کا فیصلہ آخری ہوگا۔ اکبر کی حیثیت مجتہدِ مطلق کی سی ہوگئی۔ اس سے علما کے اختیارات ختم ہو گئے۔ مجتہد وقت بننے کے بعد اس نے تمام مذاہب برصغیر پاک و ہند میں سے مختلف اُصولوں کو یکجا کر کے ایک نیا دین بنایا، جس کا نام "دین الٰہی" رکھا گیا۔ یہ دین 1582ء میں نافذ کر دیا گیا۔ دین الٰہی میں داخلے سے پہلے اکبر اُمیدوار سے یہ عہد لیتا تھا کہ وہ اپنا دین، مال، جان اور آبرو بادشاہ کے لیے قربان کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ اس مذہب میں بہت سی رسومات شامل کی گئیں، جن میں گائے کے گوشت کو کھانے کی ممانعت، آگ کا احترام، بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی کرنا وغیرہ شامل تھے۔

اس طرح اکبر نے ایک مطلق العنان بادشاہ کی حیثیت سے جہاں دوسری قوتوں کو اپنے کنٹرول میں کرنا چاہا، وہیں اُس نے علما کی حیثیت اور اختیارات کو ختم کر کے مذہبی طور پر تمام اختیارات اپنے پاس رکھ لیے۔ دوسرے مذاہب کو اپنے سیاسی اثر میں لانے کے لیے اس نے دین الٰہی کو شروع کیا اور مختلف مذہبی گروہوں کو اپنے سیاسی اثر میں لانے کی کوشش کی۔ اکبر کی زندگی میں اس کے خوشامدی درباریوں نے دین الٰہی کو قبول کر لیا۔ اس وقت کے مشہور عالم شیخ مبارک کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی نے "دین الٰہی" کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ اکبر کی وفات کے ساتھ ہی دین الٰہی کا خاتمہ ہو گیا۔ دین الٰہی کو ختم کرنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔

3. **ہندوؤں اور راجپوتوں سے تعلقات:** اکبر نے تمام تر ملکی انتظام کے لیے ایسا ڈھانچہ اُستوار کرنا چاہا، جس کی مدد سے تمام تر طاقت اس کے اپنے ہاتھ میں مرتکز ہو سکے۔ اس ضمن میں سیاسی، انتظامی، اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی اقدامات شامل

ہیں۔ اکبر کا خیال تھا کہ وہ ایسے ملک کا بادشاہ ہے، جہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ بستے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک گروہ کو دوسرے پر فوقیت دینا انتظامی اور سیاسی طور پر غیر مناسب ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح کے اقدام سے نظر انداز ہونے والا گروہ بادشاہ کو اچھا نہ جانے گا۔ ان میں بادشاہ کے خلاف بددلی پھیلے گی جو مجموعی طور پر ریاست کے لیے عدم استحکام کا باعث ہوگی۔ اس نظریے کو اکبر نے اپنی تمام پالیسیوں کے لیے بنیادی ستون مانا اور اسی کے تناظر میں عمل کیا۔ اکبر ایک باشعور سیاست دان تھا۔ وہ یہ بات بخوبی سمجھتا تھا کہ ایک وسیع اور مضبوط سلطنت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ اپنی رعایا اور اہم سیاسی گروہوں کی حمایت حاصل نہ کر لے۔ اس وقت ہندوستان کی کل آبادی کا تین چوتھائی حصہ ہندوؤں پر مشتمل تھا۔ ہندوؤں میں سیاسی طور پر سرگرم گروہ راجپوتوں کا تھا جو اکثر حکومتوں سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔ اکبر کا خیال تھا کہ ہندوستان میں ہندوؤں اور راجپوتوں سے تعلقات کو بہتر کیا جائے۔ اس سلسلے میں اکبر نے درج ذیل اقدامات کیے:

I. اکبر کے عہد تک یہ دستور چلا آرہا تھا کہ جب ہندو یاتری کسی مندر یا کسی اور مذہبی مقام کی (یاترا) زیارت کے لیے جاتے تو ان سے یاترا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ اکبر نے اس ٹیکس کو منسوخ کر دیا اور کہا کہ وہ کسی عبادت پر ٹیکس عائد کرنا کسی طور مناسب نہیں سمجھتا۔ یاترا ٹیکس کی منسوخی سے عام ہندو رعایا اکبر کی گرویدہ ہو گئی۔

II. 1564ء میں اکبر نے ایک فرمان کی رو سے ہندوؤں سے جزیہ لینے کو منسوخ کر دیا اور اُنھیں مسلمانوں کے مساوی شہری حقوق دے دیے۔ اس اعلان کا بھی عام ہندو آبادی پر خاطر خواہ اثر پڑا اور اُنھوں نے اکبر کو اپنا محسن سمجھنا شروع کر دیا۔ اکبر سے پہلے حکمرانوں نے ہندوؤں کو دبا کر رکھا ہوا تھا۔ ہندوؤں پر کئی ایک غیر ضروری ٹیکس لگائے گئے تھے۔ اکبر نے سابق پالیسیوں کو ترک کر کے ان کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کیا اور انھیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا۔ راجہ ٹوڈرمل کی مالیاتی امور کے بارے میں خصوصی واقفیت اور تجربے کی بنا پر اُسے اعلیٰ عہدہ دیا گیا اور بیربل کو اپنا مشیرِ خاص بنایا۔

III. اکبر کے ہندوؤں کے ساتھ برتاؤ میں عملی طور پر تبدیلی سے راجپوتوں میں بھی اکبر کے ساتھ تعاون کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس ضمن میں امبر (جے پور) کے راجا بہاری مل نے اطاعت قبول کر لی۔ جذبۂ دوستی کے اظہار کے طور پر اس نے اپنی بیٹی جودھا بائی کی شادی اکبر سے کر دی۔ اکبر نے اس راجا کے مُنہ بولے بیٹے بھگوان داس اور پوتے مان سنگھ کو اعلیٰ منصب عطا کیے۔ بھگوان داس اور مان سنگھ پر اعتماد کے اظہار کے طور پر اُنھیں نہایت اہم مہمات کی سپہ سالاری سونپ دی گئی۔ ان دونوں نے اکبر کی سلطنت کو وسعت دینے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

IV. راجا بہاری مل کی ذاتی کوششوں سے بیکانیر، جیسلمیر اور جودھپور کے راجپوت راجاؤں نے بھی اکبر کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح اکبر کی جاری کردہ راجپوت پالیسی سے مغلوں کے راجپوتوں کے ساتھ خاندانی تعلقات قائم ہو گئے۔ ان لوگوں نے آنے والے دور میں بہت سے نمایاں کارنامے انجام دیے۔

3. اکبر کی جانشینی کا حال بیان کریں۔

جواب: اکبر کی جانشینی: 1605ء میں اکبر کا انتقال ہوا۔ انتقال سے قبل اُس نے شہزادہ سلیم کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔

4. جہانگیر اور نور جہاں کے دور کی ثقافت کا تجزیہ کریں۔

جواب: جہانگیر اور نور جہاں کے دور کی ثقافت: جہانگیر اور نور جہاں کے دور کی ثقافت کے اہم پہلو درج ذیل ہیں:

1. **شاعری:** جہانگیر فارسی ادب اور شعر و شاعری کا دلدادہ تھا۔ جہانگیر [illegible] علوم الفطرت پر سند سمجھا جاتا ہے۔ اس کی کتاب "تزک جہانگیری" کو فارسی ادب میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ اس کا علمی ذوق بھی بڑا بلند تھا۔ اس دور کی کئی علمی تحریریں اب بھی موجود ہیں۔ جہانگیر کے عہد میں فارسی زبان و ادب کو بہت فروغ ہوا۔ نور جہاں بھی اچھی شاعرہ تھی اور بہت اچھا ادبی ذوق رکھتی تھی۔ وہ فارسی زبان سے خوب آشنا تھی اور اچھے شعر کہتی تھی۔ نور جہاں نے شاعری کے ساتھ ساتھ جدید فیشن اور مختلف کھانوں کو بھی برصغیر پاک و ہند میں متعارف کرایا۔

2. **مصوری:** جہانگیر کے عہد میں فنِ مصوری نے اس قدر ترقی کی کہ انسانی چہرہ ایک ماہر مصور تیار کرتا تھا لباس دوسرا مصور تیار کرتا تھا اور پس منظر تیسرا مصور دکھاتا تھا۔ ان تصویروں کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان تصویروں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ کیمرہ بھی اس سے بہتر تصویر تیار نہیں کر سکتا۔ نور جہاں نے ہندوستان میں نئے زیورات اور لباس متعارف کرائے۔

مغلیہ دبستان مصوری جہانگیر کے عہد حکومت میں اس کے ذاتی ذوق و شوق سے بام عروج کو پہنچا۔ وہ سفر میں بھی مصور اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ جہاں کوئی خوبصورت پھول، پرندہ یا جانور نظر آتا، وہ ان کی تصویریں تیار کروا لیتا تھا۔ ایک بار جہانگیر نے ایک شیر کی آنکھ میں گولی مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے درباری مصور نے یہ منظر ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا۔ جہانگیر کو تصویروں کی اس قدر پہچان تھی کہ وہ تصویر دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ وہ کس مصور کی تیار کی ہوئی ہے۔ اُستاد منصور جو جانوروں کا مصور تھا، اُس کا درباری مصور تھا۔ اُس کی بنائی ہوئی پرندوں اور جانوروں کی تصاویر دُنیا کے مشہور عجائب گھروں میں محفوظ ہیں۔

3. **فنِ تعمیر:** جہانگیر کو تعمیرات کی بجائے مصوری کا زیادہ شوق رہا۔ پھر بھی اُس کے عہد میں چند خوب صورت عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ لاہور میں مستی دروازے کے اندر بیگم شاہی مسجد اسی دور میں تعمیر ہوئی۔ لاہور کے قلعے میں جہانگیر نے ایک خواب گاہ تعمیر کرائی۔ جس میں ان دنوں عجائب گھر قائم ہے۔ مقبرہ انارکلی بھی جہانگیری عہد کی ایک عمدہ عمارت ہے۔ ان میں جہانگیر کی ایک چہیتی بیوی صاحب جمال کی قبر ہے۔ اسی زمانے میں نور جہاں نے آگرہ میں اپنے والد اور والدہ کا شاندار مقبرہ تعمیر کرایا جو مقبرۂ اعتمادُ الدولہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اتنی خوب صورت عمارت ہے کہ اگر آگرہ میں تاج محل نہ ہوتا تو لوگ اسے دیکھنے کے لیے آگرہ جایا کرتے۔ مقبرے کی عمارت دو منزلہ ہے اور چاروں کونوں پر مینار تعمیر کیے گئے ہیں، جن پر پچی کاری کا خوب صورت کام کیا گیا۔ مقبرے پر گنبد کی بجائے بنگالی طرز کی چھت تعمیر کی گئی ہے جو اس ماحول مین بڑی واضح دکھائی دیتی ہے۔ جمنا کا پانی مقبرہ اعتماد الدولہ کو چھو کر گزرتا ہے۔ جہانگیر کو مناظر فطرت کے ساتھ طبعی لگاؤ تھا، اس لیے اس نے کشمیر میں نشاط باغ، شالامار باغ اور نسیم باغ تعمیر کرائے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

4. **موسیقی:** جہانگیر کے عہد میں بہت سارے موسیقار شاہی دربار سے وابستہ تھے اور ان میں ہندوستانیوں کے علاوہ ایرانی اور کشمیری بھی شامل تھے۔ جہانگیر موسیقی اور موسیقاروں کی بہت سر پرستی کرتا تھا۔ اُس نے اپنی تزک میں کئی فن کاروں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ جہانگیر کی محفل موسیقی میں لوگ وجد میں آجاتے تھے۔ اس نے تزک میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک بار اُمرا کی محفل میں

Scanned with CamScanner

قوال امیر خسرو کا کلام پیش کر رہے تھے کہ ایک شعر پر ملا احمد ملی کو وجد آ گیا اور اسی عالم میں اس کی روح پرواز کر گئی۔

8. وضاحت کریں کہ شاہ جہاں کا دورِ حکومت، مغلیہ دور کا سنہری زمانہ کہلاتا ہے۔

جواب: شاہ جہاں کا دورِ حکومت مغلیہ دور کا سنہری زمانہ: شاہ جہاں کا دورِ حکومت مغلیہ دور کا سنہری زمانہ کہلاتا ہے کیونکہ اسے ایک وسیع اور خوش حال ریاست ورثے میں ملی تھی۔ ریاست میں امن وامان تھا۔ شاہ جہاں ایک پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا انسان تھا۔ وہ ایک فرض شناس اور جفاکش حکمران تھا۔ وہ اعلیٰ انتظام سلطنت، نظم و نسق اور عدل وانصاف کے لحاظ سے دوسرے حکمرانوں سے بہت بہتر تھا۔ شاہ جہاں کے دورِ حکومت میں صنعت وحرفت، تجارت، فن تعمیر اور علم وادب میں بہت ترقی ہوئی۔ شاہ جہاں نے دربار میں غیر اسلامی رسومات اور سجدہ تعظیمی کو ختم کر دیا۔ اُس نے قمری سن رائج کیا۔ اُس نے اپنے دربار میں اسلامی تقریبات بڑے بڑے اہتمام سے منانے کا اہتمام کیا۔

6. شاہ جہاں دور کی ثقافت اور فن تعمیر پر روشنی ڈالیں۔

جواب: شاہ جہاں دور کی ثقافت اور فن تعمیر: شاہ جہاں دَور کی ثقافت اور فن تعمیر کا مختصر خاکہ ذیل میں پیش کیا گیا ہے:

1. شاہ جہاں کا عہد حکومت مغلیہ دور کی ثقافت اور فن تعمیر کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس نے آگرہ میں اپنی چہیتی بیوی ممتاز محل کی قبر پر تاج محل تعمیر کرایا، جس کا شمار دنیا کے سات بڑے عجائبات میں ہوتا ہے۔ یہ تمام عمارت سفید سنگ مرمر سے تیار کی گئی۔ تاج محل کا گنبد بہت ہی خوب صورت ہے۔ دریائے جمنا کا پانی تاج محل کو چھو کر گزرتا ہے۔ مقبرے کے اردگرد بڑا خوش نما باغ ہے۔ یہ ایک ایسی عمارت ہے، جسے بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔
2. دہلی کا لال قلعہ بھی شاہ جہاں نے تعمیر کروایا۔ اس کے اندر رنگ محل کی عمارت، دیوان خاص اور دیوان عام قابل دید ہیں، جن میں سرخ سنگ مرمر استعمال کیا گیا ہے۔ شاہ جہاں نے دہلی میں جامع مسجد بھی تعمیر کرائی۔
3. شاہ جہاں نے لاہور میں شالامار باغ تعمیر کرایا، جس کا شمار دنیا کے خوبصورت باغوں میں ہوتا ہے۔ باغ کے اندر نہریں اور فوارے رواں ہیں۔ لاہور میں اسی عہد میں جہانگیر کا مقبرہ تیار ہوا۔ اس کے کونوں پر چار مینار ہیں۔ مقبرے کے گرد خوبصورت باغ ہے۔
4. مقبرۂ جہانگیر کے قریب ہی اس کے وزیر اور ملکہ نور جہاں کے بھائی آصف جاہ کا مقبرہ ہے۔ اس کا گنبد بلب نما ہے۔ نور جہاں کا مقبرہ بھی شاہدرہ، لاہور میں واقع ہے۔ یہ بڑی ہوادار عمارت ہے۔
5. شاہ جہاں کے عہد میں لاہور کے قلعہ میں شیش محل تعمیر ہوا۔ اس میں شیشے اس طریقے سے لگائے گئے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیش محل کے قریب ہی نولکھا بارہ دری کی عمارت ہے۔ اس عمارت میں سنگ مرمر کو کھود کر اس میں رنگ برنگے قیمتی پتھر جڑ کر پھول اور پتیاں بنائی گئی ہیں۔
6. لاہور میں اسی زمانے میں ایک مسجد وزیر خاں تعمیر کرائی گئی، جس پر بہترین پچی کاری کے نمونے موجود ہیں۔ اس مسجد کے مینار اپنی وضع قطع کے لحاظ سے منفرد ہیں۔ اس عمارت پر ایران کے فن تعمیر کا اثر نمایاں ہے۔
7. شاہ جہاں نے ٹھٹھہ میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرائی جس کے اندرونی گنبد پر سبز رنگ کے حاشیے بہت خوبصورتی سے بنائے گئے ہیں۔
8. شاہ جہاں کی بیٹی جہاں آرا بیگم نے آگرہ میں جامع مسجد بنوائی۔ اس کے اوپر تین گنبد بنے ہوئے ہیں۔

7. شاہ جہاں کی جانشینی کے لیے اس کے بیٹوں کے درمیان ہونے والے معرکوں کی تفصیل بیان کریں۔

جواب: بھائیوں کے درمیان معرکوں کی تفصیل:

پہلا معرکہ: شجاع اور دارا شکوہ کا مقابلہ: شجاع اپنا لشکر لے کر آگرہ کی جانب روانہ ہوا اور بلا مزاحمت بنارس پہنچ گیا۔ دارا شکوہ نے اس کے مقابلے کے لیے اپنے بڑے بیٹے کو بھیجا۔ فروری 1658ء کو بنارس کے قریب یہ معرکہ ہوا، شجاع کو شکست ہوئی اور وہ بنگال کی طرف بھاگ گیا۔

دوسرا معرکہ: اورنگزیب اور مراد کی مشترکہ فوج کا دارا شکوہ سے مقابلہ:
اورنگزیب اور مراد کی مشترکہ پیش قدمی کا سن کر دارا شکوہ نے اپنا لشکر روانہ کیا۔ اُجین کے قریب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اس میں دارا شکوہ کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ گیا۔ اس جنگ سے اورنگزیب کی فوجی طاقت کی دھاک بیٹھ گئی۔

تیسرا معرکہ: اورنگزیب اور مراد کی مشترکہ فوج کا دارا شکوہ سے دوبارہ مقابلہ:
دارا شکوہ کی فوج کو شکست دے کر اورنگزیب اور مراد گوالیار پہنچے اور یہاں سے آگرہ کی طرف چل پڑے۔ اب وہ آگرہ کے قریب تھے کہ دونوں لشکروں کا دوبارہ سامنا ہو گیا۔ دارا شکوہ نے اندھا دھند گولہ باری شروع کر دی۔ اورنگزیب کی فوج نے سخت مزاحمت کے باوجود بڑی ہمت سے لڑائی جاری رکھی۔ جنگ کے عروج پر دارا شکوہ زخمی ہو گیا۔ وہ شدید زخمی حالت میں جان بچا کر آگرہ کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی فوج نے سمجھا کہ وہ مارا گیا ہے، اس لیے اس کی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اورنگزیب نے آگرہ پر قبضہ کر لیا تو دارا شکوہ دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ آگرہ کا انتظام کرنے کے بعد اورنگزیب اور مراد، دارا شکوہ کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں اورنگزیب کو شاہ جہاں کا ایک خفیہ خط ملا، جس میں شاہ جہاں نے مراد کو اورنگزیب کا ساتھ چھوڑنے کا مشورہ دیا تھا اور اسے دہلی کے تخت کی پیشکش کی گئی تھی۔ اس پر اورنگزیب نے کمال ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے مراد کو گرفتار کر کے گوالیار کے قلعے میں نظر بند کر دیا۔ اس طرح اورنگزیب نے اپنے تخت کے حصول میں ایک اور دعویدار سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اورنگزیب نے مراد کی گرفتاری کے بعد جولائی 1658ء میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔

شاہ جہاں، اورنگزیب کے آگرہ پر قبضہ کرنے کی وجہ سے اس سے ناراض تھا۔ تاہم شاہ جہاں کی ایک بیٹی نے باپ بیٹے میں صلح کروائی مگر ایک روایت کے مطابق اسی دوران ایک خط پکڑا گیا، جس میں شاہ جہاں نے دہلی میں موجود دارا شکوہ کو لکھا تھا کہ وہ دہلی میں رہے اور اس کے جانشین کا جلد فیصلہ کر لیا جائے گا۔ اورنگزیب نے اُس خط کے پکڑے جانے کے بعد شاہ جہاں سے سختی برتی اور اُسے قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔ شاہ جہاں کا انتقال 1666ء کو اسی نظر بندی کے دوران میں ہوا تھا۔

چوتھا معرکہ: اورنگزیب اور شجاع کا مقابلہ: اورنگزیب کو دارا شکوہ کے تعاقب میں مشغول پا کر شجاع نے ایک بار پھر قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا۔ وہ ایک لشکر اور عمدہ توپ خانہ لے کر بنگال سے الہٰ آباد پہنچا اور آگرہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ اورنگزیب نے دارا شکوہ کا تعاقب ترک کر کے شجاع کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جنوری 1659ء کو دونوں بھائیوں میں لڑائی ہوئی، جس میں شجاع کو شکست ہوئی۔ شجاع مشرقی بنگال کی طرف بھاگ گیا۔

پانچواں معرکہ: اورنگزیب اور دارا شکوہ کا دوبارہ مقابلہ: شجاع اور اورنگزیب کی

باہمی چپقلش سے فائدہ اٹھا کر دارا شکوہ نے خوب تیاری کی۔ وہ ملتان میں موجود تھا، وہاں سے وہ سندھ اور سندھ سے اجمیر پہنچا۔ اُس نے کئی راجاؤں سے مدد کی درخواست کی۔ چند ایک نے اس کو مدد کا یقین بھی دلایا۔ اجمیر شریف میں اورنگزیب کا مقابلہ دارا شکوہ سے ہوا۔ لڑائی کے وقت کئی راجاؤں نے وعدے کے باوجود دارا شکوہ کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا۔ دارا شکوہ کو لڑائی میں شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ دارا شکوہ مدد کے لیے بھاگ دوڑ کر رہا تھا کہ اُسے گرفتار کر لیا گیا۔ اُس پر مقدمہ چلایا گیا اور بعد ازاں اُسے قتل کر دیا گیا۔ دارا شکوہ کے قتل کے بعد اس کے بیٹے سلیمان شکوہ نے بدلہ لینے کی کوشش کی مگر اُسے بھی گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔ یوں اورنگزیب کے مقابل تخت کے تمام دعوے دار راستے سے ہٹا دیے اور وہ بلا شرکت غیرے برصغیر پاک و ہند کا بادشاہ بن گیا۔

8. مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے اورنگزیب کی دکن مہم کا حال لکھیں۔

جواب: اورنگزیب کی دکن مہم اور مرہٹے: جنوبی ہندوستان میں مرہٹوں نے اپنی سیاسی قوت کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ مرہٹہ قوم کی تنظیم سیواجی نے کی، جو 1627ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے مرہٹوں کی ایک جماعت تیار کی، جس نے اس علاقے میں امن و امان کا مسئلہ پیدا کر کے حکومت کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ 1649ء میں اس نے اتنی قوت حاصل کر لی کہ اُس نے بیجا پور کی شاہی فوج کو شکست دے کر ایک قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اس قلعے سے اُسے بہت سی رقم ملی، جس سے اُس نے اپنی فوجی قوت میں مزید اضافہ کر لیا۔ اب سیواجی نے مزید قلعوں کو فتح کرنا شروع کر دیا۔ اس پر بیجا پور کے حکمران نے ایک بھرپور جوابی کارروائی کر کے سیواجی کے والد کو گرفتار کر لیا۔ سیواجی نے دو قلعوں کے بدلے باپ کو رہائی دلوائی اور آئندہ پُرامن زندگی گزارنے کا وعدہ کیا۔

1656ء میں سیواجی نے ایک ہندو ریاست پر قبضہ کر لیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب شاہ جہاں کی علالت کی خبریں آنا شروع ہوگئیں اور اُس کے بیٹوں کے درمیان تخت کے حصول کے لیے تگ و دو بھی شروع ہوگئی تھی۔ سیواجی کے لیے یہ مناسب موقع تھا اس نے اپنی کارروائیاں تیز کر دیں اور مغلوں کے زیر کنٹرول علاقوں پر بھی حملے شروع کر دیے۔ انھی دنوں اورنگزیب اقتدار حاصل کر چکا تھا۔ اس نے اپنی فوج روانہ کی، جس نے سیواجی پر بار بار حملے کر کے اس سے بہت سے قلعے چھین لیے۔ اس کے بعد پے در پے شکستیں کھا کر سیواجی صلح پر مجبور ہوگیا۔ سیواجی اور اس کے بیٹوں کو شاہی دربار میں لایا گیا۔

اورنگزیب نے سیواجی کی صلح کی خواہش کی پذیرائی کرتے ہوئے اسے اعلیٰ منصب عطا کیے۔ یہیں دربار میں قیام کے دوران سیواجی بھاگ کر دکن پہنچا۔ تین سال تک اس نے خاموشی سے اپنی قوت مجتمع کی اور پھر اس نے رائے گڑھ میں اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ بادشاہ کے اعلان کے بعد اس نے کرناٹک کے ایک وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا۔ سیواجی نے 6 سال تک یہاں حکومت کی۔ 1680ء میں سیواجی کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت اس کی عمر 53 برس تھی۔ سیواجی نے مرہٹوں کو ایک غیر منظم قوم سے ایک اہم سیاسی قوت بنا دیا، جو بعد ازاں ہندوستانی سیاست میں اہم کردار کے قابل ہوئے۔

سیواجی کے بعد اس کا بیٹا سنبھاجی حکمران بنا۔ اس نے دکن کی ریاستوں بیجا پور اور گولکنڈہ سے امداد لے کر مغلوں کے اس علاقے میں مفادات اور سیاسی اثر کو نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔ 1682ء میں اورنگزیب خود دکن آیا۔ اورنگزیب کو مکمل احساس تھا کہ مرہٹوں کا خاتمہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان کی حامی ریاستوں بیجا پور اور گولکنڈہ پر قبضہ نہ کر لیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ان ریاستوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر کے پوری قوت سے مرہٹوں کا مقابلہ کیا۔ اورنگزیب کے ایک جرنیل مقرب خاں نے سنبھاجی کو گرفتار کر لیا اور بعد ازاں اُسے 1689ء کو قتل کر دیا گیا۔ سنبھاجی کے قتل کے بعد اس کا سوتیلا بھائی راجارام جانشین ہوا۔ اورنگزیب کے حکم پر مرہٹوں کے مرکز رائے گڑھ پر حملہ کیا گیا۔ راجارام بھیس بدل کر یہاں سے فرار ہوگیا اور گوریلا جنگ شروع کر دی۔ اورنگزیب کی فوج نے یہاں کا محاصرہ کر لیا۔ انھی دنوں راجارام فوت ہوگیا۔ راجارام کے بعد اس کی بیوہ تارا بائی نے اقتدار سنبھال لیا۔ اس نے پانچ سال تک مغلوں کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد اس نے اورنگزیب سے صلح کی کوشش کی۔ اورنگزیب نے اس کو مسترد کر دیا۔ آخر کار 1705ء کو اورنگزیب نے راجارام کی بیوہ کو شکست دے کر یہ علاقہ فتح کر لیا۔

9. ہندوستان کی تاریخ میں اورنگزیب کے مقام کا تجزیہ کریں۔

جواب: برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں اورنگزیب کا مقام: برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں اورنگزیب کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ وہ بچپن سے ہی بڑا ذہین، دین دار اور پرہیزگار تھا۔ وہ محنتی اور فرض شناس حکمران تھا۔ وہ حافظ قرآن تھا اور اسلامی علوم پر اُس کی بڑی گہری نظر تھی۔ اُس نے اپنی نگرانی میں اس وقت کے جید علمائے کرام سے فقہ کی ایک ضخیم کتاب تیار کروائی جسے اس نے اپنی حکومت کا دستور العمل بنایا۔ اورنگزیب نے اپنے انتظام سلطنت کی طرف بھرپور توجہ دی۔ وہ بادشاہت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتا تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ اگر بادشاہ اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس کرے گا۔ وہ عدل و انصاف کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں مظلوموں اور فریادیوں کو بلا روک ٹوک آنے کی اجازت تھی۔

اورنگزیب بادشاہ ہونے کے باوجود بڑی سادہ زندگی گزارتا تھا۔ اس نے اپنی ذات کے لیے سرکاری خزانے پر کبھی بوجھ نہ ڈالا۔ وہ قرآن پاک کی کتابت کر کے اور ٹوپیاں سی کر اپنی روزی کماتا تھا۔ اورنگزیب حضرت مجدد الف ثانیؒ کا بڑا معتقد تھا اور انھی کی تعلیمات کے زیر اثر اُس نے ملک میں اصلاحات نافذ کیں۔

اورنگزیب کو فن تعمیر سے بھی لگاؤ تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں دہلی کے لال قلعے میں سنگ مرمر کی ایک خوبصورت مسجد تعمیر کروائی جو موتی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ لاہور کی بادشاہی مسجد بھی اورنگزیب نے تعمیر کروائی۔ اسلامی تعلیمات کی پابندی کروانے کے لیے اُس نے بڑے بڑے شہروں میں محتسب مقرر کیے۔

اورنگزیب ایک پیدائشی سپاہی تھا۔ اس کی عمر کا ایک بڑا حصہ میدان جنگ میں گزرا۔ اس نے اُزبکوں، جاٹوں، سکھوں، راجپوتوں اور مرہٹوں کا مقابلہ کیا اور اُن کی بغاوتوں کو سختی سے کچل دیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں مذہبی لگاؤ، سادہ طبیعت، بہادری، جفاکشی، قوت فیصلہ اور انصاف پسندی میں مغلیہ بادشاہوں میں سے اورنگزیب بادشاہ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اورنگزیب عالمگیر پچاس سال حکومت کرنے کے بعد 90 سال کی عمر میں 1707ء میں وفات پا گیا۔

سرگرمیاں:

1. مغل بادشاہوں کی تصاویر ایک چارٹ پر چسپاں کر کے جماعت کے کمرے میں آویزاں کریں۔
جواب: عملی کام

2. مغل بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل پر اپنی جماعت میں ایک مباحثے کا اہتمام کریں۔
جواب: عملی کام

Scanned with CamScanner

باب نمبر 3: مغلیہ سلطنت کے معاشرتی اور ثقافتی حالات

مشقی سوالات کا حل

1. ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

i. برصغیر میں اولین اسلامی تحریک کے بانی حضرت مجدد الف ثانیؒ 1564ء کو کس مشہور تاریخی شہر میں پیدا ہوئے؟
(a) دہلی (b) ملتان (c) آگرہ (d) ✓ سرہند

ii. مغلوں کے نظام حکومت میں کس کو مرکزی حیثیت حاصل تھی؟
(a) ✓ بادشاہ (b) وزیر اعظم (c) دیوان (d) وکیل سلطنت

iii. مغلیہ دور میں صوبوں کو انتظامی سہولت کی غرض سے کس طرح تقسیم کیا گیا تھا؟
(a) قصبوں میں (b) پرگنہ میں (c) ✓ سرکاروں میں (d) دیہات میں

iv. وقائع نویس کیا کام کرتا تھا؟
(a) خزانے کی نگرانی کرتا (b) ✓ صوبوں سے مرکز کو خبریں فراہم کرنا
(c) جج کے فرائض ادا کرنا (d) زمینداروں سے مالیہ وصول کرنا

v. کس بادشاہ نے ایک قاعدہ مرتب کیا جس میں بچوں کے لیے حروف شناسی کا طریقہ اختیار کیا گیا تھا؟
(a) ✓ اکبر (b) جہانگیر (c) شاہ جہاں (d) اورنگزیب عالمگیر

2. درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں:

i. سکھ مذہب کے بانی کون تھے؟

جواب: سکھ مذہب کے بانی بابا گورو نانک تھے۔

ii. مغل بادشاہوں نے اپنی رعایا کو کیسے وفادار بنایا؟

جواب: مغل بادشاہوں کی مذہبی پالیسی کی وجہ سے رعایا مغلیہ سلطنت کی وفادار بن گئی۔

iii. صدرُالصدور کے کیا فرائض تھے؟

جواب: صدرالصدور ہر صوبے میں ایک صدر مقرر کرتا تھا جو صوبے کے مذہبی اُمور کا انچارج ہوتا تھا۔ اس صوبے میں ائمہ اور مؤذنوں کا تقرر، اساتذہ طلبہ کے وظائف، علما اور مشائخ کی معاشی مدد، دینی مدارس کی نگرانی، بے دینی اور الحاد کا قلع قمع کرنا اس کے فرائض میں شامل تھا۔ وہ عدلیہ کی بھی نگرانی کرتا تھا۔

iv. پرگنے میں کون سے پانچ افسر موجود رہتے تھے؟

جواب: پرگنے میں موجود پانچ افسر یہ تھے:

i. **شقدار:** یہ پرگنے میں قیام امن کا ذمہ دار تھا۔
ii. **منصف:** یہ پرگنے میں جج کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔
iii. **مقدم (امین):** یہ مالیہ وصول کرنے کا ذمہ دار تھا۔
iv. **فوطہ دار:** یہ پرگنے میں خزانچی کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔
v. **قانون گو:** یہ زیر کاشت اراضی کا ریکارڈ رکھتا تھا۔

v. ہر صوبے میں مرکز کی طرف سے مقرر کیے جانے والے دیوان کی ذمہ داریاں کیا تھیں؟

جواب: **دیوان کی ذمہ داریاں:** ہر صوبے میں مرکز کی طرف سے ایک دیوان مقرر کیا جاتا تھا جو مالی اُمور کی نگرانی کرتا، آمدنی و خرچ کا حساب رکھتا اور صوبے کے مالی معاملات سے بادشاہ کو یا مرکزی دیوان کو مطلع کرتا رہتا تھا۔

3. متن کے مطابق خالی جگہ پُر کریں:

i. بابر کو جہاں کہیں سے بھی اچھی کتابیں ملتیں وہ اپنے بیٹوں کو بھجوا دیتا تھا۔
ii. پرگنے کا افسر اعلیٰ عامل کہلاتا تھا۔
iii. دیوان برید کا کام سرکاری ڈاک کو لانا اور لے جانا تھا۔
iv. شاہ جہاں نے اپنے زمانے میں کئی مدارس کا خرچ اپنی جیب سے ادا کیا۔
v. بخشی صوبہ میں متعین فوج کا سربراہ ہوتا تھا۔

4. نیچے دیے گئے بیانات میں درست کے سامنے ☑ اور غلط کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں۔

i. برصغیر میں اولین اسلامی تحریک کے بانی حضرت مجدد الف ثانیؒ 1564ء کو تاریخی شہر سرہند میں پیدا ہوئے۔ ☑
ii. سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک 1469ء میں پنجاب کے ضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔ ☒
iii. ہر صوبے میں ایک خزانے کا افسر ہوا کرتا تھا جو فوطہ دار کہلاتا تھا۔ ☑
iv. صوبوں کو انتظامی سہولت کی غرض سے صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ☒
v. قانون گو زیر کاشت اراضی کا ریکارڈ رکھتا تھا۔ ☑

5. کالم الف کو کالم ب سے ملا کر درست جواب کالم ج میں لکھیں:

کالم الف	کالم ب	کالم ج
عامل	صوبوں سے مرکز کو خبریں فراہم کرنا	پرگنے کا افسر اعلیٰ
فوجدار	پولیس کا سربراہ	فوجیوں کا کمانڈر
فوطہ دار	فوجیوں کا کمانڈر	خزانے کا افسر
وقائع نویس	پرگنے کا افسر اعلیٰ	صوبوں سے مرکز کو خبریں فراہم کرتا
کوتوال	خزانے کا افسر	پولیس کا سربراہ

حصہ دوم

متن کے مطابق تفصیل سے جواب لکھیں:

1. مغل بادشاہوں کی مذہبی پالیسی بیان کریں۔

جواب: **مغل بادشاہوں کی مذہبی پالیسی:**

مغلیہ دورِ حکومت میں مذہبی رواداری اور برداشت کا بہت خیال رکھا گیا۔ مغل باشاہوں کے حُسن سلوک، برداشت اور صلح جُو پالیسی سے مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم بھی بہت متاثر ہوئے۔ مغل بادشاہوں نے عوام میں مذہبی تعصب اور مخالفت کو ختم کیا۔ مغل بادشاہ اکبر نے غیر مسلموں کو بڑے بڑے عہدے اور مناصب دیے۔ مغلیہ دور میں فارسی کے ساتھ ہندی زبان کو بھی اہمیت دی گئی۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی جان، مال اور عزت کا مکمل تحفظ کیا گیا۔ مغلیہ فوج میں غیر مسلم فوجی بھی شامل کیے جاتے تھے۔ ہم کہ سکتے ہیں کہ مغل بادشاہوں کی مذہبی پالیسی کی وجہ سے رعایا مغلیہ سلطنت کی وفادار بن گئی۔

downloaded from https://infohubhmsused.com

Scanned with CamScanner

2. بھگتی تحریک اور دینِ الٰہی کے اثرات ختم کرنے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کا کردار واضح کریں۔

جواب: بھگتی تحریک کے خلاف محاذ: رامانج، رامانند اور بھگت کبیر جیسے ہندوؤں نے مسلمانوں کا عقیدۂ توحید اپنا کر ایک تحریک چلائی تھی، جس میں پنڈتوں اور مولویوں کے ظاہری تقدس پر جی بھر کر تنقید کی۔ انھوں نے اسلام اور ہندو دھرم کو ملا کر ایک درمیانی راستہ نکالا اور لوگوں سے کہا کہ رام اور رحیم دراصل ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ مذہبی رہنماؤں نے عوام کو لڑانے کی غرض سے ان میں تفریق پیدا کردی ہے۔ اکبر کے دینِ الٰہی میں بھی اس تحریک کا رنگ غالب تھا۔ حضرت مجددؒ کے زمانے میں یہ تحریک بڑے زور و شور کے ساتھ چل رہی تھی۔ آپ نے ہردے رام نامی ایک ہندو کے نام اپنے خط میں اس تحریک پر کڑی تنقید کی اور ان کے نظریات کو رد کیا۔

3. اکبر کے دینِ الٰہی کے خلاف محاذ: حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبر کی بے دینی اور الحاد کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اُنھوں نے درباری اُمرا کے ساتھ خط و کتابت کے ذریعے سے شریعت اسلام پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی۔ اگر آپ کو کہیں سے یہ اطلاع ملتی کہ کسی مسلمان نے اسلام کے دفاع میں کوئی خدمت انجام دی ہے تو آپ اُسے مبارک باد کا خط لکھتے۔ نواب قلیچ خاں نے لاہور میں مسجد تعمیر کرائی، جس میں وہ خود درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا کرتے تھے تو حضرت مجددؒ کو اس پر بے حد خوشی ہوئی۔ حضرت مجددؒ کے ترغیب دلانے پر اُمرا میں دین کی خدمت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا جذبہ پیدا ہوا۔ جس زمانے میں اکبر اور اس کے حواری منفی تاثر پھیلا رہے تھے کہ اسلام ایک پرانا دین ہو چکا ہے اور اب ایک نئے دین کی ضرورت ہے تو حضرت مجددؒ اور ان کے رُفقا نے بڑی سختی کے ساتھ شریعت پر عمل کر کے دکھایا کہ اسلام آج بھی اتنا ہی تر و تازہ دین ہے، جتنا شروع میں تھا۔

3. سکھ مذہب کے اہم خدوخال بیان کریں۔

جواب: سکھ مذہب کے اہم خدوخال: سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک 1469ء میں پنجاب کے ضلع ننکانہ صاحب میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام مہتہ کولو تھا جو ہندو تھے۔ بابا گرونانک ہندوازم کی تعلیمات سے متاثر نہ تھے۔ اُنھوں نے ایک نئے مذہب سکھ مذہب کی بنیاد رکھی۔ بابا گرونانک کی تعلیمات سکھوں کی مقدس کتاب ''گرو گرنتھ صاحب'' میں ملتی ہیں۔ بابا گرونانک مسلمان صوفیائے کرام سے بہت متاثر تھے۔ آپ نے اپنے پیروکاروں کو نسلی امتیاز ترک کرنے، توحید اور مساوات کی پیروی کرنے کا درس دیا۔ اٹھارویں صدی کے وسط میں جب مرکز میں مغلوں کی حکومت کمزور ہوئی تو صوبہ پنجاب اور سرحد (خیبر پختونخوا) میں سکھوں نے زور پکڑا اور وہ پورے پنجاب پر قابض ہوگئے۔ سکھوں نے پنجاب پر 1801ء سے 1849ء تک حکومت کی۔ سکھ دورِ حکومت میں مشہور حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ کا نام آتا ہے، جس کا انتقال 1839ء میں ہوا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ سکھ حکومت زوال پذیر ہوتی گئی۔ آخر کار 1849ء میں انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر پنجاب پر اپنی حکومت قائم کرلی۔

4. مغلیہ دورِ حکومت میں معاشرتی اور ثقافتی حالات کا تجزیہ کریں۔

جواب: مغلیہ دورِ حکومت میں معاشرتی اور ثقافتی حالات: مختلف علاقوں کے لوگ اپنی زندگی ایک خاص طرز یا کلچر پر بسر کرتے ہیں اور اس مخصوص طرزِ حیات پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہ طریق زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اسی طرح رسم و رواج میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔ لوگ شہروں اور گاؤں میں نئے رسم و رواج اپناتے رہتے ہیں اور پرانے ترک کر دیتے ہیں۔ رسم و رواج کسی بھی تہذیب اور ثقافت کا اہم حصہ ہوتے ہیں اور انسان کی شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ہر ملک کے اپنے اپنے رسم و رواج ہوتے ہیں جو اُن کی تہذیب و ثقافت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ مخصوص طرزِ زندگی کی وجہ سے لوگوں کی پہچان بن جاتے ہیں۔

مغل بادشاہوں نے سنہری اصول اپنائے جو اسلام نے انھیں دیے تھے کہ معاشرہ میں عدل و انصاف اور مساوات ہو۔ ہر شخص قانون کے سامنے جوابدہ ہو اور قانون کی پابندی کرے۔ ان تمام اصولوں کی وجہ سے غیر مسلم لوگ بہت خوش ہوئے۔ مغل بادشاہوں نے علم کو پھیلانے کے لیے دینی مدارس قائم کیے اور مختلف جگہ پر مساجد تعمیر کرائیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اسلامی تمدن کے مطابق اپنی زندگیاں ڈھال سکیں۔ مشہور اور جید علمائے کرام کا ان مدارس میں تقرر کیا جاتا تھا اور حکومت کی طرف سے ان کو تنخواہ ملتی تھی۔ ان مدرسوں میں اسلامی لائبریریاں بھی ہوتی تھیں۔

مغلیہ سلطنت میں ہر مذہب کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی مکمل آزادی تھی۔ ٹیکس کے تعین میں انصاف کو مدِنظر رکھا جاتا تھا اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ کی جاتی تھی، چاہے اس کا کوئی بھی مذہب کیوں نہ ہو۔

مسلمانوں کا معاشرہ اُصولِ مساوات (یعنی سب لوگ برابر ہیں) اور بھائی چارے پر مشتمل تھا۔ یہ اُصول ہندو معاشرے کے لیے نئے تھے، کیونکہ ہندو معاشرہ ذات پات کا قائل تھا اور شودر سب سے ادنیٰ ذات تھی۔ اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ نظام نے ہندو معاشرہ کو بہت متاثر کیا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں سے بہت اچھا سلوک کیا۔ ہندوؤں کو مذہبی آزادی بھی حاصل تھی۔ وہ اپنی عبادت گاہوں میں جاتے اور آزادانہ عبادت کر سکتے تھے۔ مسلم معاشرے میں ہر شخص کے لیے ترقی کے برابر مواقع موجود تھے۔ ایک غلام بھی اپنی ذہانت اور صلاحیتوں کی بنا پر اچھے اور اعلیٰ عہدے پر فائز ہو سکتا تھا۔ مغلیہ دورِ حکومت میں شاہی تقریبات میں غیر مسلم بھی شامل ہوتے تھے۔ کسانوں کو معاشرے میں بڑی عزت اور اہم حیثیت حاصل تھی۔ حکومت حالات کے مطابق مالیہ بھی معاف کر دیتی تھی۔ حکومت وقت کسانوں کو قرضے بھی دیتی تھی، جس کی وجہ سے زراعت میں بہت خوش حالی آئی۔ مسلمانوں نے برصغیر پاک و ہند میں کپڑے کی صنعت کو بہت ترقی دی۔ بنگال ریشمی اور سوتی کپڑے کی صنعت کے لیے بہت مشہور تھا۔ تاجروں کو بھی معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ مغل بادشاہوں نے لوگوں کے آرام کے لیے سرائیں اور مسافر خانے بھی بنوائے گئے تاکہ سفر کے دوران مسافر آرام کر سکیں۔

5. مغلیہ دور میں فنِ تعمیر کی ترقی پر بحث کریں۔

جواب: مغلیہ دور میں فنِ تعمیر کی ترقی: فنِ تعمیر کو بھی مغل بادشاہوں نے فروغ دیا۔ آج بھی مغل بادشاہوں کی بنائی ہوئی عمارات ان کے فنِ تعمیر کی منہ بولتی تصاویر ہیں۔ مغل بادشاہوں نے کھلی اور ہوادار عمارتیں بنوائیں۔ عمارتوں کے اندر اعلیٰ درجے کے نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔

مغل بادشاہوں کی بنائی گئی بہت سی عمارات مثلاً: تاج محل آگرہ، لال قلعہ دہلی، جامع مسجد دہلی، شالامار باغ لاہور، شاہی قلعہ لاہور، بادشاہی مسجد لاہور اور مسجد وزیر خاں لاہور وغیرہ آرٹ کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔ یہ تمام عمارات خوب صورتی اور انجینئرنگ کے فن میں اپنی مثال آپ ہیں۔ سیاح دُور دُور سے ان کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

6. مغلیہ دور کا تعلیمی نظام بیان کریں۔

جواب: **مغلیہ دور کا تعلیمی نظام:** تعلیم کی اشاعت کو ہر مغل بادشاہ اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا تھا۔ اکثر بادشاہوں نے اہم جگہوں پر مدرسے کھلوائے۔ جہاں پر تعلیم مفت دی جاتی تھی اور وہاں پر ممتاز علمائے کرام علم کی روشنی پھیلاتے۔ بادشاہ وقت ان کو وظائف بھی دیتے تھے۔ اس کے علاوہ طلبہ کو بھی وظائف ملتے تھے۔ مغلیہ دور میں آگرہ، دہلی، لاہور، الہ آباد اور انبالہ وغیرہ اسلام کی اشاعت اور تدریس کے مراکز تھے۔ اکبر کی پھوپھی گل بدن بیگم نے بھی دہلی میں عورتوں کی تعلیم کے لیے ایک بہت بڑا تعلیمی ادارہ قائم کیا۔ اکبر کے عہد میں مُلا عبدالنبی اور مولانا عبداللہ سلطان پوری کی کوششوں سے مدارس کھلے اور علماء کے لیے معاش کا اہتمام کیا گیا۔ ابوالفضل خود بھی ایک تاریخ نویس، شاعر اور نقاد تھا۔

اسی زمانے میں اکبر نے ایک قاعدہ مرتب کیا، جس میں بچوں کے لیے حروف شناسی اور ایسا طریقہ اختیار کیا گیا تھا جو موجودہ زمانے کی ابتدائی تعلیم کے قریب تر ہے۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ پہلے بچے کئی کئی ماہ بعد حرفوں سے آشنا ہوا کرتے تھے اب یہ کام اتنا آسان ہوگیا کہ چند ہفتوں میں ہی بچے حروف سے واقف ہو جاتے ہیں۔ لاہور، آگرہ، فتح پور سیکری اور دوسرے مقامات پر مدارس تعمیر کروائے گئے۔

جہانگیر کو علوم فطرت پر سند سمجھا جاتا ہے۔ جہانگیر نے اپنے عہد حکومت میں وہ تمام مدارس دوبارہ کھلوائے جو بند پڑے تھے۔ شاہ جہاں کا علمی ذوق بھی بڑا بلند تھا اور شاہی کتب خانے کی کتابوں پر اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں موجود ہیں۔ اورنگزیب تو صاحب طرز انشا پرداز تھا۔ اُس کی تحریریں فارسی زبان و ادب کا بہترین مُرقع ہیں۔

شاہ جہاں نے اپنے زمانے میں کئی مدارس کا خرچ اپنی جیب سے ادا کیا۔ جامع مسجد دہلی میں ایک شان دار مدرسہ قائم کیا، جس کے تمام مصارف وہ خود ادا کرتا تھا۔ اسلام کی اشاعت میں ان مراکز، مدارس، جامعات اور مکاتب کا بہت بڑا کردار تھا اور مسلمان رعایا ان سے بہت فیض یاب ہوئی۔ محمد شاہ جو تاریخ میں محمد شاہ رنگیلا کے نام سے مشہور ہے، نے بھی مدارس پر بہت توجہ دی۔ محمد شاہ نے تعلیم پر دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا مشہور دارالعلوم شاہی خرچ سے چلتا تھا۔ پاک و ہند میں جو تعلیمی نظام رائج تھا، اُس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ تعلیم مفت دی جاتی تھی۔

7. مغلیہ سلطنت کے مرکزی نظام حکومت کی وضاحت کریں۔

جواب: **مرکزی نظام حکومت:** مغلیہ سلطنت کے مرکزی نظام حکومت کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے:

1. **بادشاہ:** مغلوں کے نظام حکومت میں بادشاہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور وہ اقتدار کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ لامحدود اختیارات کا مالک تھا۔ اس کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ قانون کا درجہ رکھتے تھے۔ مغل حکمران بادشاہت کو عطیۂ الٰہی سمجھتے تھے۔ جمعہ کے خطبہ میں بادشاہ کا نام پڑھا جاتا تھا اور سکوں پر اس کا نام منقش کیا جاتا تھا۔ یہ اس کے آزاد اور خود مختار ہونے کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ کے فرائض میں رعایا کی حفاظت، ملک میں قیام امن، دین کی حفاظت، عدل و انصاف، مظلوموں کی دادرسی، ملک کا دفاع اور اُمور سلطنت کی نگرانی وغیرہ شامل تھے۔ مختلف عہدے داروں کا تقرر اور تنزلی بھی اُسکے ہاتھ میں تھی۔

2. **وکیل سلطنت:** وکیل سلطنت کو بادشاہ کا نائب سمجھا جاتا تھا۔ اسے اُمور حکومت کے تمام اختیارات حاصل تھے۔ وہ ملک کے سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ وہ مسلح افواج کا سپہ سالار اور وزیر اعظم بھی تھا، اس لیے اس کے اختیارات لامحدود تھے۔ ہمایوں کی بے وقت موت کے وقت اکبر ابھی بچہ ہی تھا، اس لیے بیرم خاں کو وکیل سلطنت بنا کر تمام اُمور سلطنت اُس کے سپُرد کر دیے گئے۔ بیرم خاں کے بعد منعم خاں، مرزا عزیز اور آصف جاہ بھی وکیل سلطنت کے منصب پر فائز رہے۔

3. **وزیر:** وزیر کے لفظی معنی بوجھ اٹھانے والے کے ہیں۔ وہ چونکہ بادشاہ کی بہت سی ذمہ داریاں اپنے اوپر لے لیتا تھا، اس لیے اُسے وزیر کہتے تھے۔ بااختیار وزیر، حکومت کا تمام کام سنبھال لیتا تھا۔ مغلوں کے عہد میں ابوالفضل، آصف جاہ، علامہ سعد اللہ اور اسد خاں جیسے بڑے بااختیار اور قابل وزیر ہو گزرے ہیں۔

4. **دیوان:** مغلوں کے مرکزی نظام حکومت میں دیوان کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ وزیر اعظم کے بعد اس کا مقام تھا۔ وہ حکومت کی تمام آمدنی اور اخراجات کا حساب رکھتا تھا۔ موجودہ اصطلاح میں وہ وزیر خزانہ بلکہ اس سے زیادہ بااختیار تھا۔ وہ بادشاہ کو مالی امور میں مشورے دیتا۔ نظام مالیہ کی اصلاح کرتا اور حکومت کی آمدنی کو یقینی بناتا تھا۔ اُس کی مرضی کے بغیر کوئی رقم خرچ نہیں ہو سکتی تھی۔

5. **میر بخشی:** اکبر نے وکیل سلطنت کے اختیارات کم کرنے کی غرض سے میر بخشی کا عہدہ قائم کیا تھا۔ وہ فوجی محکمے کا سربراہ تھا۔ فوجیوں کو تنخواہیں ادا کرنا، فوج بھرتی کرنا، فوجیوں اور گھوڑوں کو بادشاہ کے سامنے معائنے کے لیے پیش کرنا اس کی ذمہ داری تھی، جو فوجی افسر صوبوں سے دارالحکومت آتے، اُنھیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔ صوبوں سے جو خبر نامے آتے، میر بخشی اُنھیں بادشاہ کے ملاحظہ کے لیے پیش کرتا تھا۔ اُسے بادشاہ کا قُرب حاصل تھا۔ جب بھی بادشاہ دورے پر نکلتا تو میر بخشی اُس کے ہم رکاب ہوتا تھا۔ شاہی محل کی حفاظت کے لیے دستوں کی تعیناتی بھی اُس کی ذمہ داری تھی۔ وہ تمام فوجی مہمات کا نگران ہوا کرتا تھا۔

6. **میرِ سامان:** میرِ سامان کا عہدہ انتظامی نوعیت کا تھا۔ سرکاری کارخانوں کی دیکھ بھال، مالی حساب کتاب رکھنا اور گوداموں کی نگرانی وغیرہ اُس کی ذمہ داری تھی۔ تحویل دار کی نگرانی میں خزانہ اور سٹورز ہوا کرتے تھے۔ میرِ سامان کے ماتحت داروغے مختلف شعبوں کے نگران تھے۔ وہ کاریگروں سے کام لیتے اور ان کے کام کی نگرانی کیا کرتے تھے۔

7. **صدر الصدور:** میرِ سامان کے بعد صدرُ الصدور کا درجہ تھا۔ ہر صوبے میں ایک صدر ہوتا تھا اور تمام صوبائی صدر مرکزی صدر الصدور کے ماتحت ہوا کرتے تھے۔ یہ ایک طرح سے مذہبی اُمور کا وزیر تھا۔ وہ عالم فاضل ہونے کے علاوہ بڑا متقی اور پرہیز گار ہوتا تھا۔ وہ علما اور مشائخ کا نمائندہ یا نقیب تھا۔ وہ بادشاہ اور عوام کے درمیان رابطے کا کام دیتا تھا۔ دینی مدارس کی نگرانی، علما، مشائخ اور طلبہ کے وظائف کا تعین اُس کے ذمے تھا۔ صدرُ الصدور الحاد اور بے دینی کا انسداد بھی کرتا تھا۔ وہ مدارس میں ایسے مضامین کی تدریس بند کرا سکتا تھا، جس سے عقائد میں خلل پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔

Scanned with CamScanner

8. قاضی القضاۃ: عدلیہ کا سربراہ قاضی القضاۃ کہلاتا تھا۔ صوبوں میں اس کے ماتحت قاضی کام کرتے تھے۔ قاضی کے فرائض میں مقدمات کا فیصلہ کرنا، حلف نامے تیار کرانا، مرنے والے کی وصیت پر عمل کرانا، بیوگان کے نکاحوں میں ولی کے فرائض انجام دینا، شہادتیں قبول کرنا، لاوارث مال اور جائیداد کی نگرانی کرنا، قیدیوں کا ریکارڈ رکھنا اور نابالغوں اور ذہنی طور پر مفلوج لوگوں کی جائیداد کی نگہداشت کرنا شامل تھا۔ قاضی عام طور پر شریعت کا عالم اور متقی و پرہیزگار ہوتا تھا تا کہ لوگ اس کے کردار پر نکتہ چینی نہ کر سکیں۔ قاضی کے علاوہ کبھی کبھی بادشاہ بھی مقدمات سن لیتا تھا۔ جہانگیر نے اس کام کے لیے اپنے محل میں زنجیرِ عدل لٹکائی ہوئی تھی۔ کوئی مظلوم اُسے ہلا کر بادشاہ کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا تھا۔ فوج میں قاضی عسکر بھی ہوتے تھے جو فوجیوں کے باہمی تنازعات یا چھاؤنی میں موجود دکانداروں کے جھگڑے نمٹاتے تھے۔ قاضی اکثر لشکر کے ہمراہ بھی جاتے تھے۔ قاضی کی مدد کے لیے مفتی ہوا کرتے تھے۔ پیچیدہ مسائل میں قاضی ان سے قانون کی تشریح کراتا تھا اور پھر اس کے مطابق فیصلہ کر دیتا تھا۔

9. محتسب: اسلامی معاشرے میں محتسب ایک ذمہ دار عہدہ دار ہوتا ہے۔ قرآن کی رُو سے احتساب فرض ہے۔ اس لیے مسلمان حکمرانوں نے ہر دور میں اپنی مملکتوں میں محتسب مقرر کیے۔ مغلیہ دور میں محتسب عوام کو آداب و شائستگی کا پابند بنانا، ناپ تول کے نظام، اشیا کی قیمتیں مقرر کرنا، جیسے فرائض انجام دیتا تھا۔

10. میر آتش: مغلیہ فوج میں میر آتش توپخانے کا نگران ہوتا تھا۔ توپوں کی نقل و حمل اور نئی توپیں ڈھالنے کا کام اس کے ذمے ہوتا تھا۔ قلعوں کے محاصروں میں توپوں کی گولہ باری کی وہ خود نگرانی کرتا تھا۔ گولہ بارود کی فراہمی بھی اس کی ذمہ داری تھی۔ مغلوں کے عہد میں ترکوں نے اس فن میں بڑی ترقی کی۔ ہمایوں کا میر آتش رومی خاں بھی ترکی کا باشندہ تھا۔

11. دیوان برید: دیوان برید کا کام سرکاری ڈاک کو لانا اور لے جانا تھا۔ تمام شاہراہوں پر تھوڑے فاصلے پر ڈاک چوکیاں قائم کی گئی تھیں۔ جہاں تیز رفتار ہرکارے ہر وقت چاک و چوبند کھڑے رہتے تھے۔ وہ سرکاری ڈاک ایک چوکی سے دوسری چوکی تک پہنچاتے تھے۔ ڈاک کے ذریعے ہی بادشاہ کو ملک کے طول و عرض سے پل پل کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ نظام جاسوسی میں بھی ڈاک کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔

12. دارالضرب (ٹکسال): ملک کے طول و عرض میں اہم شہروں اور قصبوں میں ٹکسالیں قائم تھیں، جہاں سونے، چاندی اور تانبے کے سکے ڈھالے جاتے تھے۔ ان ٹکسالوں کے نگران بڑے ایماندار افسر ہوتے تھے۔ سکوں کے ایک طرف کلمہ طیبہ اور خلفائے راشدینؓ کے اسمائے گرامی منقوش ہوتے تھے اور دوسری جانب بادشاہ کا نام تخت نشینی کا سال اور ٹکسال کا نام ہوتا تھا۔ جب بادشاہ سفر پر جاتا تھا تو ایک سفری ٹکسال اس کے ساتھ جاتی تھی۔

8. مغلیہ سلطنت کا صوبائی نظام حکومت بیان کریں۔

جواب: مغلوں کا صوبائی نظام حکومت: مغلوں نے انتظامی سہولت کی غرض سے پوری مملکت کو صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مملکت کی حدود پھیلنے سے صوبوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ مغلوں کے صوبائی نظام حکومت کو ذیل میں بیان کیا گیا۔

1. صوبیدار یا گورنر: ہر صوبے میں ایک صوبیدار ہوتا تھا جو بیک وقت سول اور فوجی اُمور کا انچارج ہوتا تھا۔ صوبیدار عام طور پر کوئی شہزادہ یا بادشاہ کا معتمد ترین درباری ہوتا تھا، جس کا تقرر بادشاہ کرتا تھا۔ صوبیدار کا کام صوبے میں امن و امان قائم رکھنا، سرکشوں اور باغیوں کی سرکوبی کرنا، قحط کے زمانے میں متاثرہ افراد کی مدد کرنا، ضرورت کے وقت فوج لے کر بادشاہ کی مدد کے لیے پہنچ جانا، صوبے میں عدل و انصاف کا بول بالا کرنا اور ماتحتوں کی نگرانی کرنا ہوتا تھا۔ وہ بادشاہ کی مرضی سے اپنے عہدے پر قائم رہ سکتا تھا۔

2. دیوان: ہر صوبے میں مرکز کی طرف سے ایک دیوان مقرر کیا جاتا تھا جو مالی اُمور کی نگرانی کرتا، آمدنی و خرچ کا حساب رکھتا اور صوبے کے مالی معاملات سے بادشاہ کو یا مرکزی دیوان کو مطلع کرتا رہتا تھا۔

3. صدر: صدر الصدور ہر صوبے میں ایک صدر مقرر کرتا تھا جو صوبے کے مذہبی اُمور کا انچارج ہوتا تھا۔ اس صوبے میں ائمہ اور مؤذنوں کا تقرر، اساتذہ طلبہ کے وظائف، علما اور مشائخ کی معاشی مدد، دینی مدارس کی نگرانی، بے دینی اور الحاد کا قلع قمع کرنا اس کے فرائض میں شامل تھا۔ وہ عدلیہ کی بھی نگرانی کرتا تھا۔

4. بخشی: بخشی صوبے میں متعین فوج کا سربراہ ہوتا تھا۔ فوج کو تنخواہ کی ادائیگی، سپاہیوں کی بھرتی اور صوبے میں فوجی مہمات کی نگرانی اس کے فرائض میں شامل تھی۔

5. کوتوال: ہر شہر میں ایک کوتوال ہوتا تھا جو پولیس کا سربراہ ہوا کرتا تھا۔ شہر میں قیام امن، چوروں اور بدمعاشوں کی نگرانی، جیل خانے کی حفاظت، بدکاری کے اڈوں کا خاتمہ، منشیات کی خرید و فروخت پر پابندی عائد کرنا، قاضی کے فیصلوں پر عمل کرانا وغیرہ اس کے فرائض منصبی میں شامل تھے۔

6. وقائع نویس: وقائع نویس کا کام صوبوں سے مرکز کو خبریں فراہم کرنا، امن و امان کی صورت حال کی اطلاع دینا، سرکاری افسروں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا اور اُن کے مظالم اور لاقانونیت سے بادشاہ کو مطلع کرنا تھا۔

7. فوطہ دار: ہر صوبے میں ایک خزانے کا افسر ہوا کرتا تھا جو فوطہ دار کہلاتا تھا۔ وہ کاشت کاروں سے مالیہ وصول کر کے اُنھیں رسید جاری کرتا اور آمد و خرچ کا حساب رکھتا تھا۔ وہ کوئی رقم دیوان کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے کا مجاز نہ تھا۔

8. فوج دار: فوج دار ایک فوجی افسر ہوتا تھا اور اپنے علاقے میں موجودہ فوجیوں کا کمانڈر ہوا کرتا تھا۔ اس کا کام باغیوں کی سرکوبی اور جرائم کا انسداد وغیرہ ہوتا تھا۔

9. عامل: پرگنے کا افسرِ اعلیٰ عامل کہلاتا تھا۔ وہ کاشت کاروں سے مالیہ وصول کرتا، پرگنے کے انتظامی اُمور طے کرتا، قابل کاشت زمینوں کی پیمائش کراتا، مقدم اور پٹواری کے رجسٹروں کا معائنہ کرتا، فصلوں کی حالت کے بارے میں حکومت کو رپورٹ بھیجتا اور آمدنی کا تخمینہ لگاتا تھا۔

10. ہتھچی: ہر پرگنے میں عامل کا ہم رُتبہ ایک افسر ہوتا تھا۔ جو ہتھچی کہلاتا تھا۔ وہ مالیہ کے سالانہ گوشوارے تیار کرتا اور اراضی کا باقاعدہ ریکارڈ رکھتا تھا۔ قانون گو، مقدم اور پٹواری اس کے ماتحت کام کرتے تھے۔

11. سرکار: صوبوں کو انتظامی سہولت کی غرض سے سرکاروں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ قدم صوبوں میں بغاوت کو روکنے کے لیے اٹھایا گیا تھا۔ سرکار میں درج ذیل دو بڑے افسر ہوا کرتے تھے:

i. شقدارِ شقداراں: شقدارِ شقداراں سرکار میں امن و امان کے قیام کا ذمہ دار تھا اور اس مقصد کے لیے تھوڑی سی فوج اُس کے ماتحت ہوا کرتی تھی۔ وہ اپنے علاقے میں سرکشوں کی بیخ کنی کرتا، سرکاری احکام پر عمل کراتا اور پرگنے کے شقدار کی نگرانی کرتا تھا۔

Scanned with CamScanner

II. مصبِ منصفاں: یہ سرکار میں جج کے فرائض انجام دیتا۔ دیوانی مقدمات کی سماعت کرتا، پرگنوں میں منصفوں کا تقرر کرتا اور ان کے کام کی نگرانی کیا کرتا تھا۔ پرگنوں کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنا اور اگر ان کی حد بندیوں کے بارے میں کوئی جھگڑا کھڑا ہو جاتا تو اس کا فیصلہ کرنا بھی مصبِ منصفان کے فرائض میں شامل تھا۔

12. پرگنہ: ہر سرکار متعدد پرگنوں پر مشتمل تھی۔ ہر پرگنے میں بہت سے دیہات ہوا کرتے تھے۔ ہر پرگنے میں پانچ افسر موجود رہتے تھے جو وہاں کا انتظام چلاتے تھے:

I. شقدار: یہ پرگنے میں قیام امن کا ذمہ دار تھا۔

II. منصف: یہ پرگنے میں جج کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔

III. مقدم (امین): یہ مالیہ وصول کرنے کا ذمہ دار تھا۔

IV. فوطہ دار: یہ پرگنے میں خزانچی کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔

V. قانون گو: یہ زیرِ کاشت اراضی کا ریکارڈ رکھتا تھا۔

9. تاریخ نویسی میں مغلوں کے کام پر بحث کریں۔

جواب: مغلیہ دور میں تاریخ نویسی

1. تزکِ بابری: تزک بابری، مغلیہ سلطنت کے بانی بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کی لکھی ہوئی تاریخ کی مشہور کتاب ہے۔ بابر نے اس کتاب میں اس وقت کے حالات اور مشاہدات بیان کیے ہیں۔ اس کتاب سے ہمیں بابر کے دور کے حالات، واقعات اور تاریخ کا علم ہوتا ہے۔ اس کتاب کا شمار اُس دور کی مستند کتابوں میں ہوتا ہے۔

2. تزکِ جہانگیری: مشہور مغل بادشاہ نور الدین محمد جہانگیر نے اپنی سوانح حیات تزک جہانگیری کے عنوان سے لکھی جو اس وقت کی تاریخ اور حالات پر ایک مستند کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مغل بادشاہوں نے بھی اپنے وقت کی تاریخ بڑے اہتمام سے لکھوائی۔

3. تاریخ کی دیگر کُتب: مغلیہ دور کی دیگر تاریخ کی مشہور کتب میں "ہمایوں نامہ، اکبر نامہ اور بادشاہ نامہ" وغیرہ ہیں۔ ان کتب میں مغل بادشاہوں کے درباروں سے میدان جنگ تک کے حالات و واقعات درج ہیں۔ تاریخ کی ان کُتب میں بادشاہ کی نجی زندگی، دربار میں ہونے والی رسومات اور دوسرے ممالک کے ساتھ تعلقات وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ ان کتب میں عوامی طرزِ علم، اس وقت کے تمدنی حالات، ملک کے جغرافیائی حالات، درباری امرا اور منصب داروں وغیرہ کے متعلق بھی معلومات ملتی ہیں۔

سرگرمیاں:

1. اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے پوچھ کر اپنے علاقے میں موجود کسی تاریخی عمارت کا حال ایک پیرے میں لکھیں۔

جواب: عملی کام

2. اپنے اُستاد کی مدد سے پاکستان کے موجودہ تعلیمی نظام پر ایک مباحثہ کا اہتمام کریں۔

جواب: عملی کام

باب نمبر 4: مغلیہ سلطنت کا زوال

مشقی سوالات کا حل

1. ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

I. بہادر شاہ اول کس سن میں پیدا ہوا؟

(a) 1593ء (b) 1643ء ✓ (c) 1707ء (d) 1713ء

II. 1713ء میں کون تخت نشین ہوا؟

(a) فرخ سیر ✓ (b) بہادر شاہ اول (c) محمد شاہ (d) رفیع الدولہ

iii. 1739ء میں نادر شاہ درانی نے کہاں حملہ کیا؟

(a) دہلی ✓ (b) آگرہ (c) لاہور (d) بنگال

iv. سراج الدولہ کا سپہ سالار کون تھا؟

(a) میر قاسم (b) احمد شاہ (c) میرن (d) میر جعفر ✓

v. واسکوڈے گاما کون تھا؟

(a) ایسٹ انڈیا کمپنی کا ملازم (b) انگریزوں کا سپہ سالار
(c) پرتگیزی جہاز راں ✓ (d) عرب تاجر

2. درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں:

i. محمد شاہ نے سید برادران سے کیسے نجات حاصل کی؟

جواب: محمد شاہ نے سید برادران سے نجات پانے کا فیصلہ کیا تو اس نے نظام الملک سے رابطہ قائم کیا جو اس وقت مالوہ میں تھا۔ اُس کے ایما پر نظام الملک نے دکن کی طرف پیش قدمی کا آغاز کیا۔ سید حسین علی نہیں چاہتا تھا کہ نظام الملک دکن پر قابض ہو جائے، اس لیے اس نے ایک بڑی فوج اس کے مقابلے کے لیے روانہ کی لیکن نظام الملک نے اسے شکست دی۔ 1719ء میں سید حسین علی قتل ہوا۔ 1720ء کے آغاز میں سید حسن علی نے بادشاہ کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ دو سال جیل میں گزارنے کے بعد 1722ء میں اسے قتل کر دیا گیا۔ اس طرح بادشاہ محمد شاہ، بادشاہ گر سید برادران کے اثر سے آزاد ہوا۔ سید برادران کے زوال کے اسباب میں جن اُمور کی نشان دہی کی گئی ہے، ان میں مغل حکومت کے دشمنوں کے ساتھ نرم رویہ، ہندو نوازی اور معاشی وسائل کی لوٹ کھسوٹ وغیرہ شامل تھی۔

II. غیر ملکی تسلط کے مزاحمت کرنے والے حکمرانوں کے نام لکھیں۔

جواب: سراج الدولہ، میر قاسم، حیدر علی اور ٹیپو سلطان شہید وغیرہ۔

III. مغل حکومت کے آخری دور میں کس طرح معاشی بحران پیدا ہوا؟

جواب: معاشی بحران: مغل حکومت کے آخری دور میں معاشی بحران بھی نظر آنے لگا۔ بعض اوقات اُمرا اس وجہ سے بھی بروقت اقدام نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے پاس خزانے کی کمی ہوتی تھی۔ صوبوں پر حکومت کی گرفت ڈھیلی ہونے سے صوبوں سے ٹیکس کی شکل میں رقوم وصول نہیں ہوتی تھیں۔ خانہ جنگی، بار بار حکومت میں تبدیل اور لوٹ مار نے تجارت و زراعت پر برا اثر ڈالا، جس سے مالیات کا نظام متاثر ہوا۔ اس کے باوجود بادشاہوں کے پاس عیش و عشرت کے لیے بے شمار دولت تھی لیکن فوجی مہمات کے لیے وہ رقوم مہیا نہیں کرتے تھے۔

iv. بنگال، اودھ اور حیدر آباد جیسی اہم ریاستوں کا قیام کیسے عمل میں آیا؟

جواب: بنگال، اودھ اور حیدر آباد میں خود مختار حکومتیں:

اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے کئی مغل حکمران تبدیل ہوئے، جس سے مرکزی حکومت انتہائی کمزور ہو گئی۔ کئی صوبوں کے گورنروں نے اپنی خود

Scanned with CamScanner

مختاری کا اعلان کر دیا۔ ان صوبوں میں بنگال، اودھ اور حیدر آباد وغیرہ بہت اہمیت کے حامل تھے۔ بنگال میں مرشد قلی خاں، اودھ میں سعادت علی خاں اور حیدر آباد میں قمر الدین نے اپنی خود مختار حکومتیں قائم کر لیں۔ ان صوبوں کی خود مختاری سے دہلی کی مرکزی حکومت کمزور ہو گئی کیونکہ یہ صوبے جغرافیائی، سیاسی اور معاشی لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے تھے۔

v. سندھ میں کلہوڑا اور تالپور خاندان کیسے برسر اقتدار آئے؟

جواب: کلہوڑوں نے سندھ اور اس کے آس پاس کے علاقوں پر 1701ء سے 1783ء تک حکومت کی۔ کلہوڑا حکمران، کلہوڑا عباسی یا کلہوڑا نواب کہلاتے تھے۔ کلہوڑا خاندان میں میاں غلام شاہ کلہوڑا بہت مشہور حکمران ہوئے، جنھوں نے ہندو مرہٹوں کے خلاف 1761ء میں پانی پت کی تیسری جنگ میں احمد شاہ ابدالی کی مدد کی۔ کلہوڑا خاندان کے کئی حکمرانوں نے سندھ پر حکومت کی۔ اس خاندان کا آخری حکمران عبد النبی کلہوڑا تھا۔ سندھ کے ادب، آرٹ اور نظام آب پاشی میں بہتری لانے میں کلہوڑا خاندان نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔
1783ء میں ہلانی کی لڑائی کے بعد تالپوروں نے کلہوڑوں کی حکومت ختم کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ تالپوروں کا تعلق بلوچ قبائل سے تھا، جو سندھ میں آباد ہوئے۔

3. متن کے مطابق خالی جگہ پُر کریں:

i. محمد شاہ رنگیلا کی وفات کے بعد اس کا بیٹا احمد شاہ اس کا جانشین بنا۔
ii. نادر شاہ نے 1738ء میں تخت پر قبضہ کر لیا اور نادر شاہ درانی کے نام سے بادشاہ بنا۔
iii. اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد یکے بعد دیگرے کئی مغل بادشاہ تبدیل ہوئے
iv. فرخ سیر سید برادران کی مدد سے بادشاہ بنا تھا۔
v. علی وردی خاں کے بعد اس کا نواسہ سراج الدولہ بنگال کا نواب بنا۔

4. نیچے دیے گئے بیانات میں درست کے سامنے ☑ اور غلط کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں:

i. بہادر شاہ اول کا اصل نام محمد معظم تھا۔ ☑
ii. مغل بادشاہ جہانگیر نے ایسٹ انڈیا کمپنی پر برصغیر میں کاروبار کرنے پر پابندی لگا دی۔ ☒
iii. عالمگیر ثانی کے قتل کے بعد وزیر عماد الملک نے ایک مغل شہزادے کو شاہ جہاں سوم کے لقب سے تخت نشین کروا دیا۔ ☑
iv. اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغل حکومت مضبوط ہوئی۔ ☒
v. مغلوں نے ابتدائی دور میں مستقل تنخواہ دار فوج کی تشکیل کی تھی۔ ☑

5. کالم الف کو کالم ب سے ملا کر درست جواب کالم ج میں لکھیں:

کالم الف	کالم ب	کالم ج
فرخ سیر	1757ء میں لڑی گئی۔	1713ء میں تخت نشین ہوا
عالمگیر ثانی کا اصل نام	تیسری لڑائی میں مرہٹوں کو شکست دی۔	عزیز الدین تھا
احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی	صرف گیارہ ماہ حکومت کی۔	تیسری لڑائی میں مرہٹوں کو شکست دی۔
جنگ پلاسی	عزیز الدین تھا	1757ء میں لڑی گئی۔
مغل بادشاہ جہاندار شاہ نے	1713ء میں تخت نشین ہوا	صرف گیارہ ماہ حکومت کی۔

حصہ دوم

متن کے مطابق تفصیل سے جواب لکھیں:

1. بہادر شاہ اول کی تخت نشینی کا حال بیان کریں۔

جواب: **بہادر شاہ اول کی تخت نشینی کا حال:** اورنگزیب عالمگیر کے تین بیٹے محمد معظم، محمد اعظم اور کام بخش تھے۔ اورنگزیب عالمگیر نے اپنی زندگی میں ہی اپنے تینوں بیٹوں میں سلطنت کو تقسیم کر کے نصیحت کی کہ وہ اپنے اپنے حصے کے علاقوں پر حکومت کریں۔ اورنگزیب کی وفات بعد تینوں بھائی اپنے باپ کی جگہ بادشاہ بننے کے لیے تیار ہو گئے اور خانہ جنگی کی روایت کو برقرار رکھا۔ محمد معظم نے اپنے بھائیوں کو باپ کی نصیحت یاد دلائی اور کہا کہ آؤ سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ محمد معظم کی باتوں کا اس کے بھائیوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور ہر ایک پورے ہندوستان کا حکمران بننے کا خواب دیکھنے لگا۔ چنانچہ جانشینی کے لیے پہلا معرکہ محمد معظم اور محمد اعظم کی افواج کے درمیان آگرہ کے قریب جاجو کے مقام پر ہوا۔ اس جنگ میں محمد معظم کی فوج کی تعداد زیادہ تھی اور ساز و سامان کے لحاظ سے بھی اسے محمد اعظم پر برتری حاصل تھی۔ اس جنگ میں محمد اعظم کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ ہی میں مارا گیا۔ اسی دوران میں کام بخش نے بیجاپور کے علاقے میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ بہادر شاہ اول اب اُسے نپٹنے کے لیے دکن روانہ ہوا اور 1708ء میں ایک لڑائی میں اُسے بھی شکست دی۔ اس لڑائی میں کام بخش اور اس کا بیٹا فیروز مند دونوں مارے گئے۔

2. جاٹوں، راجپوتوں اور مرہٹوں کے بارے میں بہادر شاہ اول کی پالیسی بیان کریں۔

جواب: **مرہٹہ سردار ساہو کی رہائی:** بہادر شاہ اول نے منعم خاں کو وزیر مقرر کیا۔ منعم خاں اس کا دیوان تھا اور اس نے حصول تخت میں بہادر شاہ اول کی بھرپور مدد کی تھی۔ اسد خاں نے اس کے باپ کی وصیت اس کے سامنے پیش کی کہ اسد خاں کو بدستور وزیر رکھا جائے۔ اسے وکیل مطلق مقرر کیا گیا اور اس کے بیٹے ذوالفقار خاں کو بخشی اول کا منصب سونپا گیا۔ ذوالفقار خاں نے جانشینی کی لڑائی میں محمد اعظم کی حمایت کی تھی لیکن آخری وقت پر اس کا ساتھ چھوڑ کر بہادر شاہ اول کا ساتھ دیا تھا۔ اورنگ زیب نے مرہٹہ سیوا جی کے پوتے ساہو کو قید کر رکھا تھا۔ ذوالفقار خاں شروع ہی سے ساہو کا حامی تھا۔ چنانچہ اس کی سفارش پر ساہو کو رہا کر دیا گیا۔ اس نے اپنے آبائی علاقے دکن میں جا کر مرہٹوں کی قوت کو از سر نو منظم کیا اور اپنی حکومت کی بحالی کا اعلان کر دیا۔
عالمگیر نے پچیس سال کی شدید کشمکش کے بعد جن قلعوں پر قبضہ کیا تھا ساہو نے چند سالوں میں ان کو واپس لے لیا اور اس کے بعد ایسی مرہٹہ حکومت پیدا ہوئی جس کے ہاتھوں شمالی علاقوں کا امن و امان بھی محفوظ نہ رہا۔ انھوں نے پنجاب اور روہیل کھنڈ کے بعد دہلی میں بھی تباہی مچائی اور مغلوں کے لیے شدید مشکلات پیدا کیں۔ احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کی سرکوبی کر کے ان کا زور ختم کیا۔

راجپوت بغاوت: جب بہادر شاہ اوّل اپنے بھائی کام بخش سے مقابلہ کرنے کے لیے دکن روانہ ہوا تو راجپوت سردار اجیت سنگھ اور اس کا سُسر راجا جے سنگھ ساتھ تھے لیکن وہ راستے میں سے فرار ہو کر واپس لوٹ آئے۔ اُنھوں نے میوات پر حملہ کر کے وہاں کے منصب دار حسین خاں کو قتل کر دیا۔ بہادر شاہ نے اس کے باوجود اُنھیں معاف کر دیا اور مناصب پر بحال رکھا۔
اجیت سنگھ نے جودھ پور میں مغل حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس نے سرکاری افسروں کو وہاں سے نکال دیا۔ مسلمانوں کو ستانا شروع کر دیا۔ گائے کو ذبح

کرنے کی ممانعت کردی، مسجدوں کو تباہ کر کے ان کی جگہ بت خانے بنا دیے۔ اس کو اودے پور کے راجپوت راجا کی حمایت بھی حاصل تھی اور اس کا سسر راجا جے سنگھ بھی اس کی مدد کر رہا تھا۔ شہنشاہ بہادر شاہ اوّل نے راجپوتوں کے خلاف سخت کارروائی کا حکم دیا اور اپنے بیٹے شہزادہ محمد عظیم الشان کو کمانڈر کی حیثیت سے اس مہم کا نگران بنایا۔ اس لڑائی میں بہت سارے راجپوت قتل ہوئے۔ ان کے سردار پہاڑوں میں چھپ گئے۔ ان کے بنائے گئے بت خانے مسمار کر دیے گئے۔ جودھ پور اور اس کے اطراف میں سرکاری افسروں نے اپنے فرائض سنبھال لیے۔ قاضی، مفتی، امام اور مؤذن مقرر کر دیے گئے۔ بادشاہ نے اجیت سنگھ اور جے سنگھ کے ساتھ حُسن سلوک کیا اور اُنھیں دوبارہ معاف کر دیا۔

جاٹ قوم اور مغل پالیسی: 1695ء میں جاٹوں نے ایک ہندو زمین دار چُر مان کو اپنا متفقہ رہنما منتخب کرلیا۔ وہ ایک ریاست بھرت پور کا مہاراجہ تھا۔ اس سے پہلے یہ قوم منتشر تھی۔ چُر مان نے جاٹوں کو برصغیر پاک و ہند میں ایک منظم قوت بنایا۔ جاٹوں نے ایک شہر سنسنی کو اپنا مرکز بنایا اور مغل حکومت کے خلاف کارروائیاں شروع کر دیں۔ 1690ء میں مغل اور راجپوت مشترکہ فوج نے کارروائی کی اور جاٹوں کو شکست دی۔ اس سے ان کی قوت منتشر ہوگئی۔ چُر مان نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے مغل مخالف گروہوں سے رابطے کر کے ایک بڑی فوج تیار کی۔

جاٹوں کی بڑھتی ہوئی قوت کے خاتمے کے لیے 1705ء میں مغل فوج نے دوبارہ سنسنی پر حملہ کیا۔ اس دفعہ بھاری نقصان اُٹھانے کے باوجود جاٹ فتح یاب ہوئے۔ اس سے جاٹوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد چُر مان نے مغل کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوتے اپنی ریاست کو پھیلانے کا فیصلہ کیا تاکہ جاٹوں کو مزید منظم اور طاقتور بنایا جاسکے۔ 1707ء میں جب بہادر شاہ اوّل مغل حکمران بنا تو اُس نے جاٹوں کے بارے میں نرم پالیسی اپنائی۔ اس کے بعد چُر مان نے مغل حکومت کے خلاف کارروائیوں کو ختم کرتے ہوئے اپنی وفاداری کا اعلان کیا۔ وہ بہت سے قیمتی تحائف لے کر بادشاہ بہادر شاہ اوّل کے دربار میں حاضر ہوا اور اپنی قوم کی طرف سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ 1710ء میں سکھوں کے خلاف معرکے میں چُر مان، بہادر شاہ کے ساتھ تھا۔ وہ بہادر شاہ کے ساتھ لاہور بھی آیا۔ 1713ء میں بہادر شاہ کی وفات کے بعد چُر مان نے خوب دولت اکٹھی کی۔ ان حالات میں چُر مان نے اپنی قوم کا جذبہ ابھارا اور اپنی قوت کو بڑھایا۔ 1712ء میں چُر مان کا انتقال ہوا۔

3. سکھوں کے خلاف جہاں دار شاہ کی کارروائی کا تجزیہ کریں۔

جواب: (نوٹ) یہ سوال درسی کتاب کے نصاب میں نہیں ہے۔ اساتذہ کرام اس سوال کے جواب کی تلاش میں طلباء کی رہنمائی فرمائیں۔

4. 1712ء سے 1739ء کے دوران مغلیہ حکومت کا حال بیان کریں۔

جواب: (نوٹ) یہ سوال درسی کتاب کے نصاب میں نہیں ہے۔ اساتذہ کرام اس سوال کے جواب کی تلاش میں طلباء کی رہنمائی فرمائیں۔

5. جنگ پلاسی (1757ء) کا پس منظر اور بنگال میں انگریزوں کے اقتدار میں آنے پر بحث کریں۔

جواب: **جنگ پلاسی (1757ء)**

علی وردی خاں کے بعد اس کا نواسہ سراج الدولہ بنگال کا نواب بنا۔ اس وقت انگریزوں کا تعلق مغل بادشاہوں کے ساتھ بس صرف نام کا ہی تھا۔ انگریز شروع ہی سے برصغیر پر قبضہ کرنے کے متعلق سوچتے رہتے تھے۔ انگریزوں نے ان لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جو اندر سے سراج الدولہ کے خلاف تھے۔ ان لوگوں میں ہندو بھی شامل تھے جو انگریزوں کا دم بھرتے تھے۔

علی وردی خاں نے انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے بہت ساری مراعات دی تھیں۔ اور انھوں نے اپنی تجارتی کوٹھیاں بھی بنالیں تھیں، مگر علی وردی خاں نے قلعہ بندی کی اجازت نہ دی تھی۔ علی وردی خاں کو اس بات کا بخوبی علم تھا۔ کہ اجازت دے کر اس کے کیا نتائج نکلیں گے۔ علی وردی خاں کی وفات کے بعد انگریزوں نے قلعہ بندیاں شروع کر دیں۔ نواب سراج الدولہ نے وقت کی نزاکت دیکھتے ہوئے حملہ کر کے ان کی تجارتی کوٹھیوں پر قبضہ کرلیا۔ نواب سراج الدولہ کے اس عمل سے انگریزوں کو سخت ذلت محسوس ہوئی اور انھوں نے سراج الدولہ سے نجات حاصل کرنے کا عزم کرلیا اور بنگال میں موجود کمپنی کے انگریز افسروں سے مدد طلب کی جو اس وقت مدراس (چنائی) میں تھے۔ چنانچہ انگریزوں نے لارڈ کلائیو کی قیادت میں فوج بھیجی۔ اس کا علم جب نواب سراج الدولہ کو ہوا تو وہ اس کے مقابلے کے لیے بڑھا۔ پلاسی کے میدان میں 1757ء کو دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں۔

سراج الدولہ کا سپہ سالار میر جعفر تھا۔ انگریزوں نے بھاری رشوت اور حکمرانی کا لالچ دے کر اس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ میر جعفر کے انگریزوں کے ساتھ ملنے کی وجہ سے نواب سراج الدولہ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ میر جعفر کے بیٹے میرن نے نواب سراج الدولہ کو شہید کر دیا۔ جعفر تاریخ میں غدار مشہور رہا۔ انگریزوں نے میر جعفر کو غداری کے عوض بنگال کا حاکم بنا دیا۔ حکومت پا کر وہ بہت خوش ہوا۔ میر جعفر نے انگریزوں کو بہت سی ناجائز مراعات دیں۔ اس کے علاوہ کمپنی کے اعلیٰ افسران کو بہت سارے تحفے تحائف رشوت کے طور پر دیے۔

6. نادر شاہ کے حملے کے مغلیہ طاقت پر اثرات بیان کریں۔

جواب: **نادر شاہ کے حملے کے مغلیہ طاقت پر اثرات:** محمد شاہ رنگیلا کے خلاف نادر شاہ کو کچھ شکایات بھی تھیں مثلاً یہ کہ اس نے نادر شاہ کی حکومت کو تا حال تسلیم نہیں کیا تھا۔ غزنی اور کابل پر قبضہ کے وقت نادر شاہ کو محمد شاہ کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ نادر شاہ کے دشمنوں کو محمد شاہ نے پناہ دے کر رکھی تھی۔

نادر شاہ ایک مہم جو آدمی تھا۔ اس نے ہندوستان کے داخلی انتشار اور یہاں کے بیش بہا خزانوں کا حال سنا تو فوراً ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوگیا۔ اس نے 1738ء میں ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے اس نے پشاور پر قبضہ کیا۔ لاہور کو فتح کرنے کے بعد وہ دہلی کے بالکل قریب پہنچ گیا تو محمد شاہ رنگیلا نے قریباً 2 لاکھ کا لشکر تیار کیا جس کی تنظیم و تربیت کا موقع بھی نہ ملا۔ محمد شاہ کی شاہی فوج کو شکست ہوئی۔ نادر شاہ نے محمد شاہ کو قید کرلیا اور دہلی میں اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔ نادر شاہ کی فوج نے تین دن تک قتل عام کیا اور خوب لوٹ مار کی۔ نادر شاہ دُرانی، محمد شاہ کو حکومت دے کر ہندوستان کے تمام خزانے اپنے ساتھ لے گیا۔ اگرچہ سلطنت مغلیہ بہت سخت جان ثابت ہوئی اور سو سال بعد تک زندہ رہی لیکن نادر شاہ نے اس کی کمر توڑ دی۔

نادِر شاہ کے جانے کے بعد محمد شاہ سلطنت کو دوبارہ منظم کرنے میں ناکام رہا۔ محمد شاہ کے دربار کے انحطاط کی وجہ سے اُمرا اور صوبائی گورنروں میں مرکز سے ہٹ کر اپنی حکومتیں قائم کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ نظام الملک دکن میں پہلے ہی اپنی حکومت قائم کر چکا تھا۔ بنگال میں نواب علی وردی خاں آزاد حکومت قائم کیے ہوئے تھا۔ اودھ کا

Scanned with CamScanner

نواب نہ صرف آزاد تھا بلکہ "وزیر" ہونے کے ناتے دہلی کے معاملات میں بھی مداخلت کرتا تھا۔ پنجاب میں سکھوں نے لوٹ کھسوٹ شروع کر رکھی تھی۔ سندھ میں کلہوڑے اور تالپور ایک دوسرے سے اُلجھ رہے تھے۔ مرہٹے طاقتور ہوتے جا رہے تھے۔ اس طرح محمد شاہ کی حکومت صرف مرکزی علاقوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ محمد شاہ کی حکومت نے آخری سال ایک فتح حاصل کر کے مغل حکومت کے وقار کو کسی حد تک سنبھالا دیا۔ 1748ء میں احمد شاہ ابدالی نے سرہند پر حملہ کیا تو محمد شاہ کے بیٹے احمد شاہ کی قیادت میں ایک شاہی فوج نے اس کا مقابلہ کیا۔ احمد شاہ ابدالی کو شکست ہوئی اور وہ پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ یہ مغل حکومت کی کسی غیر ملکی حملہ آور کے خلاف آخری فتح تھی۔ محمد شاہ رنگیلا نے 1748ء میں وفات پائی۔

7. مغلیہ انتظامی ڈھانچے میں خرابی بننے والے عوامل پر بحث کریں۔

جواب: مغلیہ انتظامی ڈھانچے میں خرابی بننے والے عوامل: مغلیہ انتظامی ڈھانچے میں خرابی بننے والے اہم عوامل درج ذیل تھے:

1. نااہل انتظامی مشینری: حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے مسلمان آبادی میں سیاسی ذمہ داری ختم ہو گئی۔ باصلاحیت افراد کی بجائے طفیلی، خوشامدی، مسخرے، سیاسی نابالغ اور غیر سنجیدہ لوگ بادشاہ کے مصاحبین میں شامل ہو گئے، جو مغل حکومت کی بقا کے بارے میں کم سوچتے تھے، اپنی پوزیشن و دولت کے بارے میں زیادہ سوچتے تھے۔ ایسے ہی لوگ تھے، جنھوں نے نظام الملک کی اصلاح کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا اور اسے محمد شاہ کے دربار سے مایوس ہو کر دکن کا رُخ کرنا پڑا۔ اس نااہل انتظامی مشینری کے ساتھ سلطنت کو زیادہ دیر تک چلانا مشکل ہو گیا تھا۔

2. فوج کی ناقص تنظیم: مغلوں نے ابتدائی دور میں مستقل تنخواہ دار فوج کی تشکیل کی تھی۔ اس کے لیے منصب داری نظام رائج ہوا تھا، جس میں تنخواہ نقد دی جاتی تھی، البتہ انعام کے طور پر بعض لوگوں کا جاگیر بھی ملتی تھی۔ منصب دار کے مرنے کے بعد اس کی جاگیر بادشاہ کے قبضے میں چلی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ صورت حال باقی نہ رہی۔ جاگیریں موروثی ہوتی چلی گئیں اور فوجی عہدے مستقل فوج کی بجائے جاگیرداروں اور اُمرا کو دیے جانے لگے۔

3. وسعتِ سلطنت: اورنگزیب عالمگیر کے زمانے میں سلطنت مغلیہ کی حدود جنوبی ہند کے آخری سرے تک جا پہنچیں۔ برصغیر کی تاریخ میں غالباً سب سے بڑی سلطنت اسی کے زمانے میں تھی۔ شمالی اور جنوبی ہند کا یکجا رکھنا بہت حد تک ناممکن ہو گیا تھا۔ داخلی کمزوریوں کے باعث اورنگزیب عالمگیر کے جانشین وسیع سلطنت کو نہ سنبھال سکے۔

4. جذبہ علمی و سائنسی تحقیق کی کمی: مغل حکومت کے دور میں علمی و سائنسی تحقیق کی رفتار زمانے سے کم رہی۔ قدیم طرز کا نظام تعلیم چلتا رہا۔ نئے معاشرتی مسائل پر غور و فکر نہ کیا گیا اور نہ سائنسی معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس صورت حال کی نشان دہی کی لیکن صدیوں تک اندھی تقلید نے ذہنوں کو کند کر رکھا تھا۔ یورپی اقوام نے نیا طریق جنگ اختیار کیا تو مسلمان پالکیوں میں سوار ہو کر مقابلے کے لیے نکلتے تھے۔ بارود کا استعمال مسلمانوں نے شروع کیا تھا لیکن اب یورپ جدید اسلحہ ایجاد کر چکا تھا۔ کبھی سمندروں پر مسلمانوں کی حکمرانی ہوا کرتی تھی، اب مغل حکومت کو حج کے سفر کے لیے یورپی جہاز رانوں اور قزاقوں سے لائسنس لینا پڑتا تھا۔ معاشرتی مسائل پر غور و فکر کا بھی اُمت کے اکابرین کو موقع نہ ملا۔ وہ مسلمانوں کے فرقوں کے درمیان اتحاد کی راہیں تلاش کرنے میں ناکام رہے۔

5. معاشی بحران: مغل حکومت کے آخری دور میں معاشی بحران بھی نظر آنے لگا۔ بعض اوقات اُمرا اس وجہ سے بھی بروقت اقدام نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے پاس خزانے کی کمی ہوتی تھی۔ صوبوں پر حکومت کی گرفت ڈھیلی ہونے سے صوبوں سے ٹیکس کی شکل میں رقوم وصول نہیں ہوتی تھیں۔ خانہ جنگی، بار بار حکومت میں تبدیلی اور لوٹ مار نے تجارت و زراعت پر برا اثر ڈالا، جس سے مالیات کا نظام متاثر ہوا۔ اس کے باوجود بادشاہوں کے پاس عیش و عشرت کے لیے بے شمار دولت تھی لیکن فوجی مہمات کے لیے وہ رقوم مہیا نہیں کرتے تھے۔

6. نااہل حکمران: آخری مغل حکمرانوں میں حکومت کسی نہ کسی وزیر یا مشیر کے حوالے کر کے خود عیش و عشرت میں مصروف رہتے تھے۔ رشوت نہ صرف اُمرا اور منظور نظر درباری ہی لیتے بلکہ خود بادشاہ بھی نذرانے اور پیش کش کی صورت میں رشوت لیتا تھا۔ کوئی شخص ایک خطیر رقم نذرانہ کے طور پر پیش کر کے منصب دار یا صوبیدار بن جاتا تھا۔

7. سکھوں، مرہٹوں اور راجپوتوں کی بیداری:
مغلوں کے کمزور نظم و نسق کے باعث سکھوں نے کئی سال تک پنجاب میں مظالم ڈھائے اور مسلمانوں کی جان و مال اور مذہب کو بہت نقصان پہنچایا۔ یہ مغل حکمرانوں کے لیے ایک لمحہ فکر یہ تھا کہ انھوں نے اس سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ مرہٹوں نے شروع میں دکن کے مسلمانوں کے سپاہی بن کر فوجی تربیت پائی پھر انھیں کی دولت پر ہاتھ صاف کر کے اپنے لیے وسائل پیدا کیے۔ جب ضرورت ہوتی تو وہ سلطنت مغلیہ کے مخلص بن جاتے، جب موقع ملتا تو بغاوت پر اتر آتے۔ اگر احمد شاہ ابدالی پانی پت کی تیسری لڑائی میں ان کی قوت ختم نہ کرتا تو وہ ہندوستان کے نئے حکمران ہوتے۔ راجپوت جو کبھی مغل حکمرانوں کے قریبی رشتہ دار تھے، مرکزی حکومت کو کمزور کرنے میں پیش پیش تھے۔ یہ مرہٹوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے میں ان کے مددگار ثابت ہوئے اور جہاں کہیں بغاوت کو دبانے کی ذمہ داری ان پر پڑی تو انھوں نے باغیوں سے صلح کی تجویز پیش کی۔

8. غیر ملکی حملے: اگرچہ مغل حکومت نے زوال 1707ء کے بعد بہت تیزی سے آیا، اس کے باوجود اس کی جڑیں اتنی گہری تھیں کہ اس کو ختم ہونے میں مزید ڈیڑھ سو سال صرف ہوئے۔ 1739ء میں نادر شاہ درانی نے دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ تین روز تک قتل عام کیا۔ تمام شاہی خزانہ، تخت طاؤس، کوہ ہیرا، یہاں تک کہ اچھے اچھے مصوری اور آرٹ کے نمونے تک ساتھ لے گیا۔ احمد شاہ ابدالی کے حملوں سے بھی مغلیہ حکومت بہت کمزور ہو گئی تھی۔

8. ہندوستان میں یورپی اقوام کی بالادستی کی جدوجہد بیان کریں۔

جواب: یورپی اقوام کی جنوبی ایشیا میں برآمد:
عرب تاجر دنیا کے مختلف ملکوں میں تجارت کے لیے آتے جاتے رہتے تھے اور اپنا سامان بیچ کر وہاں سے مقامی اشیا خرید کر واپس آتے تھے۔ عرب تاجر جنوبی ایشیا کا سامان تجارت کی غرض سے یورپ لے جاتے تھے۔ اور اس طرح آنے جانے سے ان کے تعلقات یورپ کے ساتھ بھی اچھے اور خوش گوار ہو گئے تھے۔
یورپی تاجروں کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ بھی جنوبی ایشیا کا تجارتی مال لا کر فروخت کریں۔ اس زمانے میں خشکی کا سفر بہت مشکل تھا، جبکہ بحری سفر بہت آسان اور آرام دہ تھا۔ یورپی جہاز ران اب یہ چاہتے تھے کہ وہ بحری راستے تلاش کریں۔ 1498ء کے آخر میں واسکو ڈے گاما جو کہ ایک بہت مشہور پرتگیزی جہاز

Scanned with CamScanner

ران تھا، مشرقی افریقہ کی بندرگاہ مالنڈی پہنچ گیا۔ مالنڈی میں واسکوڈے گاما کی ملاقات ایک عرب جہاز ران سے ہوئی جس کی راہ نمائی میں وہ بحیرہ عرب کو پار کر کے کالی کٹ کی بندرگاہ پہنچ گیا۔ جب یہ بحری راستہ معلوم ہوگیا اور دنیا کے اکثر ممالک کو اس کا پتہ چل گیا کہ اب سفر کرنا آسان ہو گیا ہے۔ تو سب سے پہلے پرتگیزی تاجروں نے جنوبی ایشیا کا رخ کیا اور تجارت میں خوب منافع کمایا۔ اس کے بعد انگریزوں اور فرانسیسی تاجروں نے بھی تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ انگریز تو پہلے ہی چاہتے تھے کہ انھیں کوئی آسان راستہ ملے تو وہ خود تجارت شروع کر دیں۔ بحری تجارتی راستہ معلوم ہونے کے بعد یورپی اقوام میں انگریز جنوبی ایشیا کی تجارت پر چھا گئے اور تجارت میں سب سے آگے نکل گئے۔ فرانسیسی، ولندیزی اور پرتگیزی پیچھے رہ گئے۔ انگریز آہستہ آہستہ سیاست پر بھی اثر انداز ہونے لگے اور اُنھوں نے سیاست میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ جنوبی ایشیا کے سیاسی حالات اچھے نہیں تھے۔ اندرونی طور پر شورشیں شروع ہوگئی تھیں اور سب سے زیادہ خطرناک کام صوبوں کی خودمختاری کا تھا۔ جس کی وجہ سے مرکز کمزور ہونے لگا۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر بہت کمزور ثابت ہوا اور وہ کسی چیز کا مقابلہ نہ کر سکا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام (1600ء)

انگریزوں نے اندرونی سیاست سے پورا فائدہ اٹھایا اور وہ آخر کار اس خطے پر آہستہ آہستہ قبضہ کرتے گئے اور ہندوستان برطانیہ کی آبادی بن کر رہ گیا۔ حکومت برطانیہ سے اجازت نامہ حاصل کر کے انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی جن کا ظاہری مقصد ہندوستان سے تجارت کرنا مگر اندرونی طور پر ہندوستان پر قبضہ کرنا مقصود تھا۔

شہنشاہ جہانگیر نے کمپنی کو بہت سی مراعات دیں اور بہت سارے تجارتی ٹیکس بھی معاف کر دیے۔ جس کی وجہ سے انگریز بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کو اب تجارت میں زیادہ فائدہ نظر آنے لگا اور انھوں نے تجارتی کوٹھیاں بھی قائم کر لیں۔ جب شاہ جہاں کا عہد حکومت شروع ہوا تو انگریزوں نے کوشش کر کے مزید تجارتی مراعات حاصل کر لیں ٹیکسوں میں مزید چھوٹ لے لی اور مال پر ڈیوٹی کی شرح بھی کم کر دی گئی۔ برصغیر میں مغلوں کی حکومت رفتہ رفتہ بہت کمزور ہوتی گئی کیونکہ اورنگزیب عالمگیر کے بعد آنے والے بادشاہ کمزور تھے۔ ان کا سلطنت پر کنٹرول نہ تھا اور انتظامی ذمہ داریاں اچھی طرح انجام نہ دے سکے۔ ملک میں اندرونی خلفشار شروع ہوگیا۔ انگریزوں نے ان سیاسی حالات کو پورا پورا فائدہ اٹھایا اور برصغیر کے کچھ حصوں اور علاقوں پر اپنا قبضہ جما لیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی کرنسی بھی جاری کی۔ اب ان کو مکمل یقین ہوگیا کہ وہ دن دور نہیں جب وہ پورے برصغیر کے مالک ہوں گے۔

9. اورنگزیب عالمگیر کے بعد کے مغلیہ حکمرانوں کے دور میں برصغیر پاک ہند کے معاشرتی اور معاشی حالات کا تجزیہ کریں۔

جواب: (نوٹ) یہ سوال درسی کتاب کے نصاب میں نہیں ہے۔ اساتذہ کرام اس سوال کے جواب کی تلاش میں طلباء کی رہنمائی فرمائیں۔

سرگرمیاں: 1. مغلیہ حکومت کے زوال کے اسباب کے موضوع پر ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔

جواب: عملی کام

2. جنگ پلاسی (1757ء) پر ایک مباحثے کا اہتمام کریں۔

جواب: عملی کام

باب نمبر 5: مغلیہ سلطنت اور انگریزوں کا عروج

مشقی سوالات کا حل

1. ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں:

i. احمد شاہ ابدالی نے 1761ء میں ہندوستان پر حملہ کر کے کن کو شکست دی؟
(a) سکھوں (b) مرہٹوں ✓ (c) انگریزوں (d) راجپوتوں

ii. 1849ء میں انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر قبضہ کر لیا:
(a) پنجاب پر ✓ (b) بنگال پر (c) سندھ پر (d) میسور پر

iii. 1764ء میں کون سی جنگ لڑی گئی؟
(a) جنگ کرناٹک (b) جنگ آزادی (c) جنگ پلاسی (d) جنگ بکسر ✓

iv. حضرت شاہ ولی اللہؒ 1703ء میں کس شہر میں پیدا ہوئے؟
(a) ملتان (b) کلکتہ (c) دہلی ✓ (d) لاہور

v. جنگ آزادی کس سن میں لڑی گئی؟
(a) 1757ء (b) 1764ء (c) 1857ء ✓ (d) 1767ء

2. درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں:

i. شاہ ولی اللہؒ نے کب وفات پائی؟
جواب: 20 اگست 1762ء میں شاہ ولی اللہؒ نے وفات پائی۔

ii. مغل خاندان کا آخری بادشاہ کون تھا؟
جواب: بہادر شاہ ظفر مغل خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔

iii. جنگ آزادی کی فوری وجہ کیا تھی؟
جواب: جنگ آزادی کی فوری وجہ تو گائے اور سور کی چربی والے کارتوسوں کا استعمال اور ہندوستانی سپاہیوں سے بدسلوکی تھی لیکن زیادہ تر سماجی، مذہبی سیاسی اور معاشی اسباب تھے۔

iv. پنجاب پر سکھوں کی حکومت کیسے قائم ہوئی؟
جواب: **پنجاب پر سکھوں کی حکومت:** اٹھارویں صدی کے وسط میں جب مرکز میں مغلوں کی حکومت کمزور ہوئی تو صوبہ پنجاب پر قابض ہوگئے۔ سکھوں نے پنجاب پر 1801ء سے 1849ء تک حکومت کی۔ سکھ دور حکومت میں مشہور حکمران بن مہاراجہ رنجیت سنگھ کا نام آتا ہے، جس کا انتقال 1839ء میں ہوا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ سکھ حکومت زوال پذیر ہوتی گئی، آخر کار 1849ء میں انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر پنجاب پر اپنی حکومت قائم کر لی۔

v. ٹیپو سلطان شہید کی شہادت کیسے ہوئی؟
جواب: **ٹیپو سلطان شہید کی شہادت:** 1799ء میں سرنگاپٹم میں ٹیپو سلطان اور انگریزوں کی افواج کے درمیان شدید لڑائی ہوئی۔ اپنوں کی غداری کی وجہ سے ٹیپو سلطان کو شکست ہوگئی اور اُنھوں نے جام شہادت نوش کیا۔

3. متن کے مطابق خالی جگہ پُر کریں:

i. 1835ء میں فارسی زبان کی سرکاری حیثیت ختم کر کے انگریزی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا۔

ii. سید احمد شہید بھارت کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے

Scanned with CamScanner

iii. حیدر علی نے سن 1782ء میں وفات پائی اور برصغیر ایک بہادر جرنیل سے محروم ہو گیا۔

iv. روہیلوں کا تعلق افغانستان کے پشتونوں (پٹھان) کے مختلف قبائل سے تھا۔

v. شاہ ولی اللہ نے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا۔

4. نیچے دیے گئے بیانات میں درست کے سامنے ☑ اور غلط کے سامنے ☒ کا نشان لگائیں:

i. اودھ کی ریاست کے نواب شجاع الدولہ نے 1764ء کی بکسر کی جنگ میں میر قاسم کا ساتھ دیا۔ ☑

ii. احمد شاہ ابدالی نواب سراج الدولہ کا سپہ سالار تھا۔ ☒

iii. بہادر شاہ ظفر خود اچھا شاعر تھا اور شعرا کا سرپرست تھا۔ ☑

iv. 1767ء میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام حیدر آباد نے مل کر بنگال پر حملہ کیا۔ ☒

v. انگریزوں کی برصغیر میں آمد سے پہلے بلوچستان ایک آزاد ریاست تھی۔ ☑

5. کالم الف کو کالم ب سے ملا کر درست جواب کالم ج میں لکھیں:

کالم الف	کالم ب	کالم ج
شاہ عالم ثانی	1849ء	1728ء
ٹیپو سلطان	1858ء	1750ء
اکبر شاہ ثانی	1760ء	1760ء
انگریزوں کا پنجاب پر قبضہ	1728ء	1849ء
جنگ آزادی کا اختتام	1750ء	1858ء

حصہ دوم

متن کے مطابق تفصیل سے جواب لکھیں:

i. ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے حملوں کا حال بیان کریں۔

جواب: ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے حملوں کا حال: احمد شاہ ابدالی، نادر شاہ درانی کا سپہ سالار تھا۔ 1747ء میں جب ایرانی امرا نے نادر شاہ کو قتل کر دیا تو احمد شاہ ابدالی نے افغانستان کے علاقے قندھار میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس نے نادر شاہ کے وارث کی حیثیت سے پنجاب کی ملکیت کا دعویٰ کیا اور اس دعویٰ کو جامہ پہنانے کے لیے 1748ء میں پنجاب پر حملہ آور ہوا اور پنجاب کے گورنر کو شکست دے کر آگے بڑھا لیکن مغل بادشاہ احمد شاہ نے اُسے ہند کے قریب شکست دی۔ اسے واپس افغانستان لوٹنا پڑا۔ اگلے سال اس نے از سرِ نو حملہ کیا تو پنجاب کے حاکم نے ایک کثیر رقم بطور تاوان جنگ ادا کر کے صلح کر لی۔ 1752ء میں مغل بادشاہ احمد شاہ نے اس سے لاہور واپس لے لیا تو ابدالی نے دہلی، آگرہ اور اودھ پر حملے کیے تاہم وہ جلد ہی واپس لوٹ گیا۔

پانی پت کی تیسری لڑائی (1761ء):

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد برصغیر میں حالات بہت خراب ہو گئے تھے۔ مرہٹے اور سکھ مسلمانوں اور ان کی حکومت کے خلاف ہو گئے تھے۔ مغلیہ سلطنت کمزور ہونے لگی اور بدامنی عام ہو گئی۔ ہر طرف فتنہ و فساد شروع ہو گیا۔ ان حالات میں شاہ ولی اللہؒ کو اسلام اور مسلمانوں کا وجود خطرے میں نظر آنے لگا۔ چنانچہ انھوں نے افغانستان کے احمد شاہ ابدالی کو مرہٹوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی قوت کے سدباب کے لیے احمد شاہ ابدالی نے 1761ء میں ہندوستان پر ایک حملہ کیا۔ اس نے مرہٹوں کو پنجاب سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی فوج کے ساتھ پانی پت کے میدان کی طرف بڑھا۔ مرہٹے بھی اس کے منتظر تھے۔ احمد شاہ ابدالی نے اپنے فوجی دستے بھیج کر دکن اور دہلی سے میدان کے تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دی اور مرہٹوں کا سلسلہ رسد منقطع کرنے کے بعد میدان کا رخ کیا۔ پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کو عبرت ناک شکست ہوئی اور ایک دفعہ پھر مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی۔ احمد شاہ عالم دوم کو جو بہار میں مقیم تھا، بادشاہ دہلی نامزد کر کے واپس لوٹ گیا۔

ii. جنگ بکسر کا تجزیہ کریں۔

جواب: جنگ بکسر: جنگ پلاسی کے بعد انگریزوں کو غیر ضروری مراعات دینے سے میر جعفر کے خزانے پر منفی اثرات مرتب ہوئے، جس کے نتیجے میں خزانہ روز بروز خالی ہونا شروع ہو گیا۔ انگریزوں کے مطالبات برائے رشوت زیادہ ہوتے گئے، جن کو میر جعفر پورا نہ کر سکا، جس کے نتیجے میں انگریز میر جعفر سے سخت ناراض ہو گئے۔ آخر انگریزوں نے اُسے معطل کر دیا اور اس کے داماد میر قاسم کو اس کی جگہ 1760ء میں بنگال کا گورنر لگا دیا۔ بنگال کے مالی حالات پہلے ہی بہت خراب ہو چکے تھے اور خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ میر قاسم نے کسٹم چوکیوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا تاکہ سامان تجارت کی اچھے طریقے سے دیکھ بھال ہو سکے۔ اس کے علاوہ اس نے کمپنی کے افسران پر مزید پابندیاں لگا دیں اس کی وجہ سے انگریز میر قاسم سے سخت ناراض ہو گئے کیونکہ وہ اپنی ذلت محسوس کرنے لگے تھے۔ چنانچہ انھوں نے میر جعفر کو پھر بلایا اور میر قاسم کو ہٹا کر اسے دوبارہ بنگال کا نواب مقرر کر دیا۔ میر قاسم نے اپنے ساتھ شاہ عالم ثانی اور نواب آف اودھ کو ملا کر انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جب انگریزوں کو اعلان جنگ کا پتا چلا تو وہ بھی پوری تیاری کر کے انگریز میجر ہیکٹر منرو کی قیادت میں بکسر کے مقام پر 1764ء کو آ پہنچے۔ اس جنگ میں میر قاسم کو شکست ہوئی اور وہ دہلی کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی موت کم نامی کی حالت میں 1778ء میں ہوئی۔ بنگال پر قبضہ ہونے کے بعد انگریزوں کے حوصلے مزید بڑھ گئے۔ اب انگریزوں نے دوسرے صوبوں کو بھی فتح کرنے کے لیے جوڑ توڑ شروع کر دیا۔

iii. **آخری دو مغل بادشاہوں اکبر ثانی اور بہادر شاہ ظفر کے عہد حکومت میں مغلیہ سلطنت کے حالات بیان کریں۔**

جواب: اکبر شاہ ثانی (1837ء-1806ء):

اکبر شاہ ثانی 1760ء میں پیدا ہوا۔ وہ شاہ عالم ثانی کا بیٹا اور آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا والد تھا۔ وہ مرزا اکبر کے نام سے بھی مشہور ہوا۔ اس کی حکومت عملاً لال قلعہ دہلی کی حدود تک محدود تھی۔ اس کے دور میں دہلی کی ثقافت نے خوب ترقی کی۔ یہ بھی انگریزوں کا وظیفہ خوار تھا۔ تقریباً 31 سال بادشاہ رہنے کے بعد اس نے 1837ء میں وفات پائی۔ بادشاہ رہنے کے بعد اس نے 1837ء میں وفات پائی۔

بہادر شاہ ظفر (1837-1858ء):

مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ثانی تھا جو بہادر شاہ ظفر کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ اکبر شاہ کا بیٹا تھا۔ وہ بھی انگریزوں کا وظیفہ خوار اور برائے نام بادشاہ تھا۔ جنگ آزادی 1857ء میں لوگوں نے اسے اپنا بادشاہ بنا لیا، مگر حکومت سنبھالنا اس کے بس کا روگ نہ تھا۔ جنگ آزادی مئی 1858ء میں ختم ہو گئی۔ انگریزوں نے اسے قید کر کے رنگون بھیج دیا۔ اس طرح سلطنت مغلیہ کا یہ آخری ٹمٹماتا چراغ بھی ہمیشہ کے لیے بجھ گیا۔ رنگون میں 1858ء میں اس کا انتقال ہوا اور وہیں مزار بنا۔ بہادر شاہ ظفر کی شہرت کا ایک اہم پہلو اس کا ادبی مقام ہے۔ وہ خود اچھا شاعر تھا۔

Scanned with CamScanner

اور شعرا کا سرپرست تھا۔ غالب اور ذوق جیسے شعرا اُس کے دربار سے منسلک رہے۔ مومن خاں مومن، شیفتہ اور آزردہ بھی اسی کی ادبی مجالس کی رونق تھے۔

v. پنجاب میں سکھوں کی حکومت کے قیام، روہیل کھنڈ میں روہیلوں کی برتری اور دکن میں مرہٹوں کے استحکام پر بحث کریں۔

جواب: **پنجاب پر سکھوں کی حکومت (1801-1849)**

اٹھارویں صدی کے وسط میں جب مرکز میں مغلوں کی حکومت کمزور ہوئی تو پنجاب میں سکھوں نے زور پکڑا اور وہ پورے پنجاب پر قابض ہوگئے۔ سکھ دورِ حکومت میں مشہور نام مہاراجہ رنجیت سنگھ کا آتا ہے جو ایک طاقتور حکمران تھا۔ سکھوں نے 1801 سے 1849ء تک پنجاب اور سرحد (خیبر پختونخوا) پر حکومت کی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ سکھ حکومت زوال پذیر ہوتی گئی۔ 1849ء میں انگریزوں نے سکھوں کو شکست دے کر پنجاب کو اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔

روہیل کھنڈ میں روہیلوں کی برتری اور دکن میں مرہٹوں کا استحکام

روہیلوں کا تعلق افغانستان کے پشتونوں (پٹھان) کے مختلف قبائل سے تھا۔ یہ لوگ سترھویں اور اٹھارویں صدی عیسوی میں روہیل کھنڈ میں آباد ہونا شروع ہوئے۔ داؤد خاں اور اس کے منہ بولے بیٹے علی محمد خاں روہیل کھنڈ میں پشتونوں کی ریاست کے بانی تھے۔ 1721ء میں داؤد خاں کی وفات کے بعد علی محمد خاں روہیل کھنڈ کا حکمران بنا تو اس وقت مرکزی حکومت مغل بادشاہ محمد شاہ کے پاس تھی۔ علی محمد خاں نے مرکزی حکومت مغل بادشاہ محمد شاہ کے پاس تھی۔ علی محمد خاں نے مرکزی حکومت کو ٹیکس دینے سے انکار کردیا۔ بادشاہ محمد علی خاں کو سزا دینے کے لیے اپنی فوج کو روانہ کیا۔ علی محمد خاں کو گرفتار کرکے دہلی لایا گیا۔ اس نے بادشاہ سے اپنی سرکشی کی معافی مانگ لی اور اس کو سرہند کا گورنر بنا دیا گیا۔ 1748ء میں واپس اپنے علاقے روہیل کھنڈ پہنچا اور اپنے کھوئے ہوئے علاقے واپس لے لیے۔ علی محمد خاں کی وفات کے بعد روہیل کھنڈ میں کئی پشتون روہیلہ سرداروں نے حکومت کی۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں روہیلوں انگریزوں کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جنگ آزادہ کی ناکامی کے بعد روہیل کھنڈ پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد دکن میں مرہٹوں نے استحکام پکڑا اور وہ ہندوستان کے حکمران بننے کے خواب دیکھنے لگے۔ انھوں نے مغل کو بہت نقصان پہنچایا۔ پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کو شکست دے کر ان کی قوت کو ہمیشہ کے لیے ختم کردیا۔

v. غیر ملکی تسلط کے خلاف حیدر علی کی جدوجہد بیان کریں۔

جواب: مرہٹے ایک بہادر قوم تھی مگر وہ بھی حیدر علی سے خوف کھاتے تھے۔ 1767ء میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام حیدر آباد نے مل کر میسور کی ریاست پر حملہ کردیا۔ حیدر علی نے اپنی قابلیت اور فراست سے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو انگریزوں سے الگ کردیا۔ اب انگریز میدان میں اکیلے رہ گئے۔ حیدر علی نے انگریزوں کو شکست دی۔ شکست کے بعد انگریز بہت خائف ہوگئے اور اندرونی طور پر حیدر علی کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ اب ان کو اس حقیقت کا پتہ چل گیا تھا کہ حیدر علی ایک بہت بہادر اور نہ مٹنے والی شخصیت ہے۔

انگریزون نے ایک چال چلی اور وہ مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو حیدر علی سے الگ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اب حیدر علی بالکل اکیلا رہ گیا۔ ان تمام مصائب کے باوجود حیدر علی انگریزوں کے ساتھ لڑتا رہا اور اس کے پاؤں میں لغزش تک نہ آئی۔ اس کے علاوہ بمبئی (ممبئی) سے آنے والی فوج جو مالا بار پر قبضہ کرنا چاہتی تھی، اس کو بڑی جرات اور ہمت سے ناکام بنا دیا۔ اس کی زندگی کا بیشتر حصہ انگریزوں کے ساتھ جنگ وجدل اور کشمکش میں گزرا مگر یہ مردِ آہن ہر جنگ کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا رہا۔ 1782ء میں حیدر علی نے وفات پائی اور برصغیر ایک بہادر جرنیل سے محروم ہو گیا۔ حیدر علی بہت زیادہ سیاسی بصیرت کا مالک تھا۔

vi. ٹیپو سلطان کے اہداف اور انگریزوں کے ساتھ سرنگا پٹم جنگ (1799ء) کے حالات بیان کریں۔

جواب: ٹیپو سلطان ایک نہایت بہادر سپاہی، اچھے سیاست دان اور بہترین منتظم تھے۔ ٹیپو سلطان اس بات کا پوری طرح یقین ہو چکا تھا کہ انگریز مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں اور وہ مسلمانوں کو ہر قیمت پر ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور برصغیر پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنے والد حیدر علی کے مشن کو جاری رکھا اور انگریزوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔

ٹیپو سلطان نے انگریزوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے کئی دوسرے ممالک سے بھی رابطے قائم کیے۔ فرانس سے بھی رابطہ کیا مگر وہاں سے بھی مدد نہ ملی۔ سلطان نے افغانستان کے حکمران زمان شاہ کے پاس بھی سفیر بھیجا مگر وہاں سے بھی کوئی مثبت جواب نہ آیا۔ ٹیپو سلطان کے پاس ایران کا شہزادہ کسی وجہ سے ناراض ہو کر آ گیا۔ آپ نے شہزادے کی بہت عزت کی۔ جب اس کے ایران کے حالات ٹھیک ہو گئے تو اُسے انعام واکرام دے کر رخصت کیا۔ اُس نے مدد کا وعدہ کیا۔ انگریزوں کو اس بات کا پتہ چلا گیا۔ تو انھوں نے ایران کے بادشاہ پر اتنا دباؤ ڈالا کہ بادشاہ خاموش ہوگیا اور اُس نے ٹیپو سلطان کی کوئی مدد نہ کی۔ انگریزوں نے ایک اور چال چلی۔ اُنھوں نے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد کو بھی ساتھ ملالیا، کیوں کہ انگریز ٹیپو سلطان کو ہر قیمت پر ختم اور برصغیر پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے اہم منصبوں پر فائز لوگوں کو بھاری رشوت دے کر اپنے ساتھ ملالیا۔ وہ انگریزوں کا دم بھرنے لگے اور انگریزوں کے ہم خیال ہوگئے۔ ٹیپو سلطان نے انگریزوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

1799ء میں سرنگا پٹم میں ٹیپو سلطان اور انگریزوں کی افواج کے درمیان شدید لڑائی ہوئی۔ اپنوں کی غداری کی وجہ سے ٹیپو سلطان کو شکست ہوگئی اور اُنھوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان کے دو بیٹوں کو یرغمال بنالیا۔ سلطان ٹیپو شہید کی شہادت کے ساتھ ہی برصغیر کی آزادی کا خاتمہ ہوگیا۔ آخری وقت میں ایک انگریز نے سلطان کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کردیں۔ ٹیپو سلطان نے جواب دیا تھا۔ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔'' ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد اور میسور کی اسلامی ریاست کے خاتمے کے بعد انگریزوں نے پنجاب، سندھ اور دوسرے علاقوں پر بھی قبضہ کرلیا۔

vii. شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، سید احمد شہیدؒ اور حاجی شریعت اللہؒ کی تحریکوں میں اُن کے کردار پر بحث کریں۔

جواب: شاہ ولی اللہ نے اپنی تحریک کا آغاز اُس وقت کیا جب ہر طرف نا اُمیدی اور مایوسی کے سائے لہرا رہے تھے۔ آپ نے ہندوستان سے باہر کے علاقوں کا دورہ کیا اور اسلامی حکومت کو مستحکم کرنے کی کوشش کی۔ آپ یہ جان چکے تھے کہ سکھ اور مرہٹے مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ آپ نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملے کی ترغیب دی۔ آپ نے مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت دی کیوں کہ اس سے پہلے مسلمان آپس کی خانہ جنگیوں اور ریشہ دوانیوں سے بہت نقصان اٹھا چکے تھے۔ آپ نے انھیں اسلامی فوج میں شامل ہونے کی بھی تلقین کی۔

سید احمد شہید اور تحریک جہاد (1786-1831)

سید احمد شہید 1786ء میں بھارت کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپ شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے۔ آپ نے دینی تعلیم مدرسہ رحیمیہ دہلی

سے حاصل کی۔ آپ نے مسلمانوں کی اصطلاح اور اسلام کی تبلیغ کے لیے مختلف مقامات کے دورے کیے۔ اُن دنوں پنجاب اور سرحد (خیبر پختونخوا) پر سکھوں کی حکومت تھی۔ سکھوں نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ کیا۔ سید احمد شہیدؒ نے مجاہدین کی ایک فوج تیار کی۔ 1830ء میں پشاور کو فتح کیا گیا۔ یہاں اسلامی قانون نافذ کر دیا گیا اور نشہ آور اشیا کی ممانعت کر دی گئی۔ مقامی سردار سید احمد شہیدؒ کے خلاف ہو گئے۔ مجاہدین نے اکوڑہ اور حضرو کے مقامات پر سکھوں کو شکست دی۔ اس کے بعد سید احمد شہید کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ مجاہدین نے اپنی کارروائیاں جاری رکھیں۔ 1831ء میں بالاکوٹ کے مقام پر مجاہدین اور سکھوں کا آخری مقابلہ ہوا۔ سید احمدؒ اور سید اسماعیل لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد مولوی نصیر الدین دہلوی اور مولوی صادق علی نے آپ کے مشن کو جاری رکھا۔

حاجی شریعت اللہ اور فرائضی تحریک -(1781ء، 1840ء):

فرائضی تحریک کے بانی حاجی شریعت اللہ کی یہ تحریک مسلم بنگال کی مقبول تحریک تھی۔ اس کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ فرائض مثلاً: نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کو باقاعدگی سے ادا کیا جائے۔ آپ نے بدعات کے خاتمے کی کوشش کی اور ہندو زمین داروں کے ظالمانہ رویے کے خلاف کسانوں کی حمایت کی۔ آپ کے بعد اس تحریک کو آپ کے صاحبزادے حاجی محمد محسن عرف دودھو میاں نے جاری رکھا۔ دودھو میاں نے فرائضی تحریک کو عوامی بنا دیا۔ فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ اس تحریک نے کسانوں کے مسائل کی طرف بھی بھرپور توجہ دی۔ اس تحریک کی وجہ سے مسلمان کاشت کاروں میں اتنی جرات پیدا ہو گئی کہ اُنھوں نے ہندو زمین داروں کی دھونس برداشت کرنے سے انکار کر دیا۔

viii. انیسویں صدی عیسوی میں حیدر آباد دکن، سندھ، بلوچستان، پنجاب اور اودھ میں انگریزوں کی پالیسی کے اہم نکات بیان کریں۔

جواب: انیسویں صدی عیسوی میں حیدر آباد دکن، سندھ، بلوچستان، پنجاب اور اودھ میں انگریزوں کی آمد:

1. **حیدر آباد دکن:** مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوا۔ بہت سی ریاستوں کے حکمرانوں نے مرکز سے الگ ہو کر اپنی خود مختار حکومتیں قائم کر لیں۔ حیدر آباد دکن ایک امیر ریاست تھی۔ 1724ء میں میر قمر الدین خاں نے نظام الملک آصف جاہ کے لقب سے حیدر آباد دکن میں حکومت کی بنیاد رکھی۔ حیدر آباد دکن کے حکمران کو نظام کا لقب دیا گیا۔ نظام نے 1857ء کی جنگ آزادی میں حصہ نہیں لیا تھا، اس لیے انگریز نظام کو اپنا دوست سمجھتے تھے۔ اس طرح انگریزوں نے 1857ء کے بعد بھی ریاست حیدر آباد میں نظام کی حکومت کو قائم رکھا۔ 1724ء سے 1948ء تک اس ریاست کے سات حکمرانوں نے نظام کے لقب سے حکومت کی۔ 1948ء میں نظام نے بھارتی افواج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اس طرح حیدر آباد دکن انڈین یونین کا حصہ بن گیا۔

2. **سندھ:** انگریزوں نے تالپور خاندان کو شکست دے کر سندھ پر قبضہ کیا تھا۔ اُنھوں نے سندھ کو ممبئی کا حصہ بنا دیا۔ چارلس نیپئر (Charles Napier) انگریز حکومت کا پہلا گورنر بنا۔ مسلمانوں کی چالیس فیصد زرعی زمین ہندوؤں کو دے دی گئی۔ مسلمان رہنماؤں نے سندھ کو ممبئی سے الگ کرانے کے لیے کوششیں جاری رکھیں۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے بھی 1929ء میں اپنے مشہور چودہ نکات میں سندھ کو ممبئی سے الگ کرنے کا مطالبہ کیا۔ آخر کار انگریز حکومت نے 1935ء میں مسلمانوں کا مطالبہ منظور کرتے ہوئے سندھ کو ممبئی سے الگ کر دیا۔ انگریزوں کے دورِ حکومت میں سندھ میں ریلوے کا نظام قائم کیا گیا۔ پرنٹنگ پریس متعارف ہوا۔ انگریزوں نے نہری نظام قائم کیا اور بہت سے پُل تعمیر کیے۔ اسی دور میں مرزا قلیچ بیگ نے علم و ادب پر بہت کام کیے اور سندھ کی تاریخ لکھی۔

3. **بلوچستان:** انگریزوں کی برصغیر میں آمد سے پہلے بلوچستان ایک آزاد ریاست تھی۔ یہاں خان آف قلات میر محراب خاں کی حکومت تھی۔ انگریزوں نے 1839ء میں انھیں شہید کر دیا۔ انگریزوں نے بلوچستان کو دو حصوں، برٹش بلوچستان اور ریاستی بلوچستان میں تقسیم کر دیا۔ برٹش بلوچستان میں کوئٹہ، کچھی، سبی، نصیر آباد، جھل مگسی، لورالائی، ژوب، پشین، قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ، ڈیرہ بگٹی، نوشکی، کوہلو، بارکھان، ڈھاڈر اور بولان کے اضلاع شامل تھے۔ ریاستی بلوچستان میں قلات، مکران، خاران اور لسبیلہ کی ریاستیں شامل تھیں۔ انگریزوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بلوچستان کو پس ماندہ رکھا۔ تحریک آزادی میں بلوچستان کے عوام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

4. **پنجاب:** 1849ء میں سکھوں کو شکست دے کر پنجاب پر انگریزوں نے قبضہ کیا۔ انگریز دورِ حکومت میں پنجاب کو ایک خاص مقام حاصل رہا کیونکہ پنجاب نہ صرف اچھی غذائی اجناس کے لیے مشہور تھا بلکہ سیاسی اور ثقافتی مرکز کی حیثیت بھی رکھتا تھا۔ جنگ آزادی 1857ء انگریزوں کی حکومت کے خلاف برصغیر میں آباد تمام قوموں کی بغاوت تھی جو باہمی اتحاد کی کمی اور جامع منصوبہ بندی نہ ہونے کے سبب ناکام ہو گئی۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو معزول کر کے رنگون (برما) بھیج دیا گیا اور "وفادار" حکمرانوں کو تحفظ کا یقین دلایا گیا۔ اب تک برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی برصغیر پر حکومت کرتی آ رہی تھی، جسے برطانوی حکومت کی طرف سے ہر بیس سال کے بعد چارٹر (اختیار نامہ) دیا جا چکا تا تھا، جس کے ذریعے سے بعض شرائط کے تحت اسے حکومت کا حق اور برطانوی حکومت کی سرپرستی حاصل ہوتی تھی۔ جنگ آزادی کے بعد کمپنی کو دیا جانے والا چارٹر منسوخ کر دیا گیا اور ایک نیا قانون 1858ء میں پاس کیا گیا، جس کی رو سے پنجاب سمیت پورے برصغیر کو براہ راست تاج برطانیہ ملکہ وکٹوریہ کے تابع کر دیا گیا۔

5. **اَوَدھ:** اودھ کی ریاست کے نواب شجاع الدولہ نے 1764ء کی بکسری جنگ میں میر قاسم کا ساتھ دیا۔ جنگ میں شکست کے بعد نواب کو انگریزوں نے گرفتار کر لیا۔ نواب نے ایک معاہدے کے تحت کچھ علاقے انگریزوں کو دے کر صلح کر لی۔ 1765ء میں انگریزوں نے اودھ کے مزید علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ 1767ء میں اودھ کے نواب شجاع الدولہ نے وفات پائی انگریزوں نے نواب کے قابل اور ذہین بیٹے کی جگہ اس کے ایک نااہل بھائی کو اودھ کے تخت پر بٹھا دیا۔ یہاں سے ریاست اودھ پر انگریزوں کے کٹھ پتلی حکمرانوں کا آغاز ہوا۔ آہستہ آہستہ انگریزوں نے حکومت کے معاملات میں مداخلت شروع کر دی۔ 1856ء میں انگریزوں نے پوری ریاست پر قبضہ کر لیا۔

ix. جنگِ آزادی (1857ء) کی وجوہات، اہم واقعات اور نتائج پر بحث کریں۔

جواب: کسی بڑے واقعہ یا انقلابی اقدام کی کچھ وجوہات تو فوری نوعیت کی ہوتی ہیں اور کچھ کی جڑیں تاریخ میں نہایت گہری ہوتی ہیں۔ اسی طرح جنگ آزادی کی فوری وجہ تو گائے اور سور کی چربی والے کارتوسوں کا استعمال اور ہندوستانی سپاہیوں سے بدسلوکی تھی لیکن زیادہ تر سماجی، مذہبی سیاسی اور معاشی اسباب تھے جو پہلے ہی موجود تھے، ایک لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا، جو اچانک پھٹ پڑا۔

Scanned with CamScanner

1. 1857ء تک انگریز ہندوستان کے اکثر علاقوں کے حکمران بن گئے۔ انگریزوں نے اپنے نوآبادیاتی تسلط کے علاقوں میں جبر و استبداد کو روا رکھا۔ انگریزوں کی ان پالیسیوں کی وجہ سے برصغیر کے لوگ بہت تنگ آ چکے تھے۔ اُن کے دلوں میں انگریزوں کے لیے نفرت پیدا ہوگئی۔ اُنھیں انگریزوں کا بے حد تسلط پسند نہیں تھا، کیوں کہ یہ ایک فطری امر تھا۔ برصغیر کے لوگوں نے انگریزوں کے تسلط سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ان کوششوں میں مسلمانوں کا کردار نمایاں تھا۔ جنگ پلاسی، جنگ بکسر اور میسور کی لڑائیوں کے بعد جنگ آزادی ان کوششوں کا خاص مظہر تھی۔

2. مسلمان اور ہندو انگریزوں کی مذہب میں مداخلت سے نالاں تھے۔ انگریز مبلغ بعض اوقات دوسرے مذاہب کی عظیم ہستیوں کے بے ادبی بھی کرتے تھے۔

3. جنگ آزادی کی فوری وجہ یہ ہوئی کہ ایک نئی قسم کی بندوق کے استعمال کا حکم نافذ ہوا۔ اس میں ایسے کارتوس استعمال ہوتے تھے۔ جن میں چربی لگی ہوتی تھی اور اس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس میں گائے اور سود کی چربی استعمال ہوتی تھی، جو مسلمان اور ہندو سپاہیوں کے مذاہب کے خلاف تھی۔ اس کارتوسوں کو استعمال کرنے سے پہلے دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ سپاہیوں نے ان کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا۔ مارچ 1857ء میں کلکتہ میں سپاہیوں نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کر دی کہ وہ کارتوس اس اور بندوق چربی کی وجہ سے نہیں چلانا چاہتے تھے۔

4. اودھ کے بادشاہ واجد علی شاہ کو مجبور کر کے دست بردار کرا لیا اور وہاں کے اسی ہزار فوجیوں کو بے روزگار کر دیا گیا۔ اس سے بے چینی مزید بڑھ گئی۔

5. ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارتی پالیسیوں مثلاً ٹیکسوں کا ادا نہ کرنا، مال بغیر کسٹم کی ادائیگی کے ادھر ادھر بھیجنا، اس سے برصغیر کی مالی حالت کو نقصان پہنچا اور خزانہ خالی ہونا شروع ہوگیا۔ اس کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی لوٹ کھسوٹ مالیہ کی جبری وصولی اور مختلف طبقات پر ٹیکسوں کی بھرمار سے معاشرے کا ایک بڑا حصہ انگریزوں کے خلاف ہوگیا تھا۔

6. 1835ء میں فارسی زبان کی سرکاری حیثیت ختم کر کے انگریزی کو سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ اس سے ہندوؤں کو کم نقصان ہوا لیکن مسلمانوں کا پورا نظام تباہی سے دوچار ہوا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اس کا شدید ردِ عمل پیدا ہوا۔

7. انگریز حکومت نے جاگیرداری کلچر کو پروان چڑھایا اور ایک مراعات یافتہ طبقہ پیدا کیا۔ اس سے اسے حکمرانی میں مدد ملی لیکن عوامی سطح پر نفرت پیدا ہوتی رہی۔ برصغیر کے حکمران اپنی رعایا سے اچھا سلوک کرتے تھے اور عوام کو بنیادی سہولتیں مہیا کرتے تھے۔ انگریزوں نے ان مراعات کو ختم کر دیا۔ زمین داروں سے زمینیں واپس لے لیں۔ مسجدیں اور مندروں کے ساتھ جو زمینیں تھیں، اُن کو بھی ضبط کر لیا گیا۔ مالیہ کی شرح بڑھا دی گئی۔ ان تمام حالات کی وجہ سے برصغیر غربت اور مفلسی کا شکار ہوگیا۔ ہندوستانیوں کو سرکاری ملازمتوں سے محروم کر دیا۔ بیروزگاری اور دوسرے مسائل نے لوگوں کو باغی بننے پر مجبور کر دیا۔

8. ایک انگریز فوجی کرنل نے میرٹھ کے سپاہیوں کو پریڈ کرنے کا حکم دیا اور کارتوسوں کے استعمال کی تربیت دینا چاہی۔ چند سپاہیوں کے علاوہ فوجیوں نے جن میں مسلمان ہندو اور سکھ بھی تھے۔ اُنھوں نے یہ کارتوس لینے سے انکار کر دیا۔ فوجی کرنل نے ان فوجیوں کو ایک سال قید بامشقت کی سزا دے دی، جس سے سپاہیوں کے جذبات مزید شدت اختیار کر گئے۔

جنگ آزادی کے واقعات: 1. 6 مئی 1857ء کو میرٹھ چھاؤنی میں فوجیوں کے چربی والے کارتوس استعمال کرنے سے انکار پر انھیں سزا سنا دی گئی اور انھیں گھسیٹ کر قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ اس سے دیگر سپاہیوں میں اشتعال پیدا ہوا۔ جب انگریز گرجا گھر میں عبادت کے لیے چلے گئے تو سپاہیوں نے جیل پر حملہ کر کے اپنے ساتھی قیدیوں کو رہا کرا لیا۔ انھوں نے اسلحہ خانے کو لوٹا اور گورے افسروں کو قتل کر دیا۔ جنگ کا اعلان کرتے ہوئے وہ دہلی کی طرف اس عزم سے چل پڑے کہ مغلیہ سلطنت کا وقار بحال کریں گے۔

2. دہلی اور انبالہ کی چھاؤنیوں میں بھی بغاوت پھیل گئی اور کئی ہزار ہندوستانی فوجیوں نے دہلی پر قبضہ کر کے بہادر شاہ ظفر کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور جنرل بخت خاں کی نگرانی میں ایک انتظامی کونسل بنا دی

3. اُتر پردیش، مدھیا پردیش اور بہار سے انگریز نکل بھاگے اور آگرہ اور الہ آباد میں قلعہ بند ہو کر رہ گئے شاہ جہاں پور اور بدایوں میں بھی آزادی کے متوالوں کے قبضہ کر لیا۔ اعظم گڑھ اور بنارس میں آزادی کا پرچم لہرایا گیا۔

4. کان پور میں مذہبی پیشوا نانا صاحب اور عظیم اللہ خاں نے انگریزوں کو وہاں سے نکال دیا۔ اسی دوران میں جھانسی کی رانی لکشمی بائی نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اودھ میں احمد اللہ شاہ اور نواب محل بیگم نے انگریزوں کو مار بھگایا۔ مجاہدین کے دہلی پر قبضے پر برطانوی افواج نے جنرل برنارڈ کی قیادت میں قلعے کو چھڑانا چاہا مگر شکست ہوئی اور وہ صدمے سے فوت ہوگیا۔ اس کے بعد جنرل ریڈ نے قیادت سنبھالی لیکن شکست کھا کر مستعفی ہوگیا۔

5. اب انگریزوں نے یہ محسوس کر لیا کہ جنرل بخت خاں کو شکست دے کر دوبارہ دہلی پر قبضہ کرنا طاقت سے ممکن نہیں تو اُنھوں نے سازش، رشوت اور پھوٹ ڈالنے کے حربے استعمال کیے۔ جنرل بخت خاں کے بارود خانے کو ایک غدار نے اُڑا دیا۔ مجاہدین ایک دوسرے سے بدظن ہوگئے۔ بخت خاں اور آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں۔ بخت خاں نے دہلی چھوڑ دی اور نیپال کے پہاڑوں میں ایسا غائب ہوا کہ پھر کبھی نظر نہ آیا۔

6. دہلی پر دوبارہ قبضے کے بعد انگریزوں نے بہت قتل و غارت کی۔ اس کے بعد انھوں نے جھانسی، لکھنؤ اور بریلی پر دوبارہ قبضہ کیا۔ اس طرح کچھ انگریزوں کی چالاکی اور کچھ اپنوں کی غداری کی وجہ سے آزادی کا خواب ایک صدی تاخیر کا شکار ہوگیا۔

جنگ آزادی کے نتائج:

1. 1857ء کی جنگ آزادی منصوبہ بندی کے فقدان، قیادت کی کمی اور ناکافی وسائل کے باوجود، جس جذبے سے لڑی گئی، وہ حیرت انگیز ہے لیکن ناکامی کی بڑی وجہ اپنوں کی غداری اور مطلب پرستی ہے اور اس کے نتائج دیرپا اور دُور رَس نکلے۔

2. جنگ آزادی کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم کر کے ہندوستان پر برطانیہ کی حکومت قائم ہوگئی۔ ہندوستان پر ایک وائسرائے جو انگریز ہوتا تھا۔ وہ مقرر کیا جاتا تھا۔ اُس کے پاس تمام اختیارات ہوتے تھے۔

3. جنگ آزادی میں مسلمانوں کا کردار زیادہ نمایاں تھا، اس لیے انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بھی زیادہ تر وہی بنے۔ نہ صرف حریت پسندوں بلکہ عوام اور علما کرام کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ اُن کی جائیدادیں ضبط کر لیں۔ ان کو ملازمتوں سے نکال دیا گیا، کاروبار بند ہوگئے اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ وہ مفلسی اور بدحالی کا شکار ہوگئے۔ سرکاری ملازمتوں، تجارت اور تعلیم میں ہندو آگے بڑھ گئے۔

Scanned with CamScanner